فیض البلاغۃ

فی حل اسئلۃ

دروس البلاغۃ

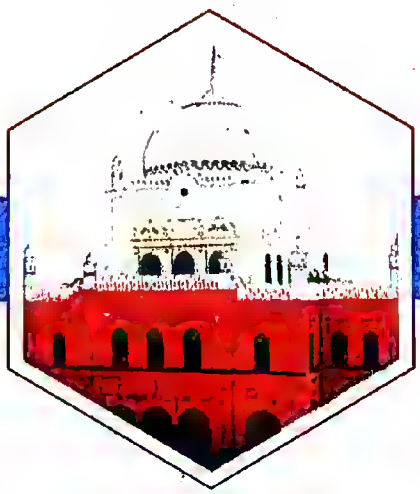

مرتّب

محمد شہاب الدین قاسمی

باھتمام:

قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : فیض البلاغت فی حل اسئلۃ دروس البلاغت

مرتّب : محمد شہاب الدین قاسمی

باہتمام : فیض الحسن اعظمی

صفحات : 96

ناشر : مکتبہ صوت القرآن دیوبند 01336-223460

ملنے کے پتے

کتب خانہ حمیدیہ، جامع مسجد دہلی	❖	شبلی کتاب گھر اعظم گڈھ
ثاقب بک ڈپو سنبھل	❖	دیوبند اسلامک بک اسٹور دیوبند

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN

Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Mob: 9358911053 Ph: 01336-223460

website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

انتساب

احقر اپنی اِس کاوش کو مندرجہ ذیل دو اسلامی اداروں کی طرف منسوب کرتا ہے:

(۱)

مدرسہ تجوید القرآن سمڈیگا کے نام، کہ جس کی آغوش میں رہ کر تین سال استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

(۲)

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام، کہ جہاں پر رہ کر بندہ اپنی تعلیمی پیاس بجھا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تمام مشفق اساتذہ کے نام، کہ جنھوں نے حصولِ علم کی راہ میں کسی بھی طرح سے مدد کی ہو۔

نیز بندہ اپنی اِس کاوش کو اپنے مشفق والدین کی طرف منسوب کرتا ہے، کہ جن کی مخصوص دعاؤں اور دیرینہ آرزوؤں نے اس قابل بنایا اور جن کی دعائیں زندگی کے تمام مراحل میں ساتھ رہیں۔

محمد شہاب الدین قاسمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۱)، دروس البلاغہ: ص/۲۱

(داخلہ امتحان ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت بااعراب: (فَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ) سَلَامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَمُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ وَالْغَرَابَةِ، فَتَنَافُرُ الْحُرُوْفِ وَصْفٌ فِي الْكَلِمَةِ يُوْجِبُ ثِقَلَهَا عَلَى اللِّسَانِ وَعُسْرَ النُّطْقِ بِهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

تو کلمہ کی فصاحت اس کا تنافرِ حروف اور مخالفتِ قیاس اور غرابت سے محفوظ ہونا ہے، پس تنافرِ حروف کلمہ کے اندر ایسا وصف ہے جو زبان پر اس کی ثقل کو اور تکلم کی دشواری کا باعث ہو۔

(ج) تشریح:

سَلَامَتُهَا سے مصنف علیہ الرحمہ نے فصاحت کلمہ کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ فصاحت کلمہ ایسا کلمہ ہے جو تنافر حروف سے، مخالفتِ قیاس سے اور غرابت سے محفوظ رہے۔ مخالفتِ قیاس اور غرابت کی تعریف آگے آئے گی۔

فتنافر الحروف: سے مصنف علیہ الرحمہ تنافرِ حروف کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تنافرِ حروف کلمہ کے اندر ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے کلمہ زبان پر ثقیل ہو جائے اور اس کی ادائیگی دشوار ہو جیسے کھردرے پن کے معنیٰ کی ادائیگی کے لیے "خَشِنٌ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے بجائے "الطَّشُّ" اونٹوں کے گھاس کے لیے "هُعْخُعٌ" شیریں اور صاف شفاف پانی کے لیے "نُقَاحٌ" اور بٹی ہوئی چیز کے لیے "مَفْتُوْلٌ" کی بجائے "مُسْتَشْزِرٌ" استعمال کرنا۔

محل امتحان نمبر (۲)، دروس البلاغہ: ص/۲۱

(سالانہ ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ كَوْنُهُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُوْنِ الصَّرْفِيِّ كَجَمْعِ بُوْقٍ عَلٰى "بُوْقَاتٌ" فِيْ قَوْلِ الْمُتَنَبِّيْ ؎

فَإِنْ يَكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ
فَفِي النَّاسِ بُوْقَاتٌ لَهَا وَ طُبُوْلُ

إِذِ الْقِيَاسُ فِيْ جَمْعِهٖ لِلْقِلَّةِ أَبْوَاقٌ وَكَمَوْدَدَةٍ فِيْ قَوْلِهٖ ؎

إِنَ بَنِيَّ لِلِئَامٌ زَهَدَه مَالِيَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ مَوْدَدَهْ

وَالْقِيَاسُ مَوَدَّةٌ بِالْإِدْغَامِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے (د) خط کشیدہ الفاظ کا واحد اور جمع ذکر کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور مخالفتِ قیاس کلمہ کا صرفی قاعدہ کے خلاف جاری ہونا ہے جیسے بوق کی بوقات متنبّی کے قول میں:

"پس اگر بعض لوگ حکومت کے لیے تلوار ہیں، تو بعض لوگ حکومت کے لیے ڈھول اور بغل ہیں"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اِس وجہ سے کہ قیاس اس کی جمع قلت "أَبْـــوَاق" ہے اور جیسے کہ مودَدَۃ شاعر کے شعر میں:

"بلاشبہ میرے بیٹے کمینے اور بخیل ہیں، ان کے دلوں میں میری ذرّہ برابر بھی محبت نہیں ہے"۔

(ج) تشریح کیجیے

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے مخالفتِ قیاس کی تعریف کی ہے۔ اور اس کو مثالوں سے واضح کیا ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ مخالفتِ قیاس یہ ہے کہ کلمہ کو قاعدۂ صرفی کے خلاف استعمال کیا جائے جیسے: بوق کی جمع بوقات.

شاعر کے شعر میں محل استشہاد "بُوْقَات" ہے جو ضابطہ کے خلاف استعمال کیا گیا ہے؛ کیونکہ ضابطہ یہ تھا کہ "أَبْوَاقٌ" استعمال کیا جاتا افعال کے وزن پر اس لیے کہ جمع قلت کے چار اوزان ہیں: أَفْعَلُ، أَفْعَالٌ، أَفْعِلَةٌ اور فِعْلَةٌ. اور "بُوْقَات" ان چاروں میں سے کسی وزن پر نہیں ہے تو پتہ چلا کہ یہ صرفی قاعدہ کے خلاف ہے۔

دوسرے شعر میں محل استشہاد "مودده" ہے یہ صرفی قاعدے کے خلاف اس لیے ہے کہ صرفی قاعدہ ہے کہ جب دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو پہلے حرف کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دیتے ہیں، اور ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیتے ہیں، اس لیے کہ یہ کلمہ مخالفتِ قیاس ہے اور مخالفتِ قیاس ہونے کی وجہ سے یہ صرفی قاعدہ کے خلاف ہے اور جو کلمہ صرفی قاعدہ کے خلاف ہو تو وہ کلمہ غیر فصیح ہوتا ہے، لہٰذا یہ کلمہ بھی غیر فصیح ہے؛ چونکہ ضابطہ کے مطابق ادغام کے ساتھ "مُـوَدَّـة" ہونا چاہئے، جبکہ شاعر نے بغیر ادغام کے "مُوَدده" استعمال کیا ہے۔

(د) خط کشیدہ الفاظ کا واحد اور جمع

سَيْفٌ (ج) سُيُوْفٌ تلوار۔ دَوْلَةٌ (ج) دُوَلٌ سلطنت، حکومت۔ بُـوْقَاتٌ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(واحد) بُوقٌ بگل۔ طُبُوْلٌ (واحد) طَبْلٌ ڈھول۔ لِئَامٌ (واحد) لَئِیْمٌ بمعنیٰ کمینہ۔ زَھْدَۃٌ (واحد) زاھِدٌ تارک الدنیا، یہاں بخیل کے معنیٰ میں ہے۔ صُدُوْرٌ (واحد) صَدْرٌ سینہ، دل۔ مودۃ، وَدَّ یَوَدُّ مَوَدَّۃٌ (س) محبت کرنا۔

محل امتحان نمبر (۳)، دروس البلاغہ: ص/۲۲

(امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْغَرَابَةُ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ ظَاهِرِهِ الْمَعْنٰى، نَحْوِ "تَكَأْكَأَ" بِمَعْنٰى اجْتَمَعَ وَ "افْرَنْقَعَ" بمعنیٰ انْصَرَفَ، وَ "اطْلَخَمَّ" بمعنیٰ اِشْتَدَّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور غرابت کلمہ کے معنیٰ کا ظاہر نہ ہونا ہے جیسے: "تکأکأ" اِجْتَمَعَ کے معنیٰ میں (جمع ہونا) "اِفْرَنْقَعَ" انْصَرَفَ کے معنیٰ میں (لوٹنا، واپس ہونا) اور "اِطْلَخَمَّ" اِشْتَدَّ کے معنیٰ میں (سخت ہونا)۔

(ج) تشریح:

جب مصنف علیہ الرحمہ فصاحتِ کلمہ اور تنافرِ حروف اور مخالفتِ قیاس کی تعریف اور ان کے امثال سے فارغ ہوگئے تو اب یہاں سے غرابت کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ غرابت کا مطلب ہے کہ لفظ وحشی، مجہول المعنیٰ، یا غیر مانوس الاستعمال ہو جیسے "تکأکأ" اجتمع کے معنیٰ میں (اکٹھا ہونا) "اِفْرَنْقَعَ" انصرف کے معنیٰ میں ہے (لوٹنا، واپس ہونا)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

"اِطَّلَخَمَّ" اشتَدَّ کے معنیٰ میں ہے بمعنیٰ (سخت ہونا) تو مثال میں "اجتمع، انصرف، اشتد" یہ تینوں افعال غیر مجہول المعنیٰ اور مانوس الاستعمال ہیں؛ مگر تکأکأ، افرنقع اور اطلخم مجہول المعنیٰ اور غیر مانوس الاستعمال ہیں اور غیر مانوس الاستعمال اور مجہول المعنیٰ ہونے کی وجہ سے اس کے اندر غرابت پائی جارہی ہے، لہٰذا یہ تینوں افعال غرابت میں داخل ہیں۔

محل امتحان نمبر (۴)، دروس البلاغہ: ص/۲۳

(ششماہی ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَضُعْفُ التَّالِيْفِ كَوْنُ الْكَلَامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُوْنِ النَّحْوِيِّ الْمَشْهُوْرِ كَالْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَ رُتْبَةً فِيْ قَوْلِهٖ۔

جَزٰى بَنُوْهُ أَبَا الْغَيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ
وَ حُسْنِ فِعْلٍ كَمَا جُوْزِيَ سِنِمَّارُ

(الف) عبارت پر اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے (د) عبارت میں ذکر کردہ شعر کا پس منظر ذکر کیجئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور ضعفِ تالیف کلام کا مشہور نحوی ضابطے کے مطابق جاری نہ ہونا ہے (کلام کا مشہور نحوی ضابطے کے خلاف جاری ہونا ہے) جیسے ذکر سے پہلے ضمیر لانا لفظ اور رتبے دونوں اعتبار سے شاعر کے شعر "جزی بنوہ الخ" میں اس کے بیٹوں نے ابوالغیلان کو بڑھاپے اور حسنِ سلوک کے باوجود ایسا بدلہ دیا جیسا کہ سنمار (مشہور معمار) کو دیا گیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) مطلب لکھیے

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے ضعفِ تالیف کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ ضعفِ تالیف کلام کا مشہور نحوی قاعدے کے خلاف مستعمل ہونے کا، جیسے نحو کا قاعدہ ہے کہ پہلے ذکر کریں گے بعدہ مرجع (ضمیر لوٹائیں گے) ہوگا، حالانکہ شاعر نے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے شعر مذکور میں ابوالغیلان جو کہ اسم ہے اس کو ذکر کرنے سے پہلے ہی بنوۂ میں اس کی ضمیر لائے جو کہ ضابطۂ مذکورہ کے خلاف ہے رہا یہ کہ یہ احتمال کہ قبل الذکر ضمیر لانا لفظاً اور رتبتاً دونوں کس اعتبار سے لازم آیا تو یہ اس طور پر کہ لفظی اعتبار سے ضمیر کو اسم سے پہلے ذکر کیا تو یہ لفظی اعتبار سے اضمار قبل الذکر ہے۔

اور رتبتاً اس اعتبار سے ہے کہ اس ضمیر کا مرجع ابوالغیلان ہے جو کہ مفعول بہ واقع ہے اور مفعول کا مرتبہ فاعل کے بعد ہوتا ہے اس لیے یہ رتبی اعتبار سے بھی بعد میں ہے۔ اور جب کہ اس کی ضمیر کو شاعر نے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے، اور یہ معنوی اعتبار سے اضمار قبل الذکر ہے۔

ترکیب: أبا الغیلان مفعول بہ، عن جارہ، کبر معطوف علیہ، واو عاطفہ، آگے والا جملہ معطوف، معطوف علیہ با معطوف مجرور، جار مجرور متعلق ہوا جزی فعل کے۔ کاف حرفِ جارہ مضاف بمعنیٰ مثل ما مصدریہ، جـــــوزی فعل آگے نائب فاعل فعل با فاعل صلہ ہوا ما مصدریہ موصولہ کا، موصول با صلہ بتاویلِ مصدر ہو کر مجرور کاف، جار مجرور مضاف الیہ ہوا کاف مضاف کا، مضاف با مضاف الیہ صفت واقع ہے مصدرِ محذوف کے اصل عبارت ہے:

جـزاءً ا أی جَـزَاءً ا مِثـل جـزاء سـنمار

(د) عبارت میں ذکر کردہ شعر کا پس منظر

سنمار روم کا باشندہ تھا جو کہ معماری کا کام کرتا تھا، اس نے حیرہ کے بادشاہ نعمان کے لیے کوفہ میں ایک عالی شان عمارت تعمیر کی، اس کے بعد نعمان نے سنمار کو قتل کروادیا، قتل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کرانے کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ زندہ رہا تو پھر یہ اس سے اچھا عالی شان عمارت دوسرے بادشاہ کے لیے بنائے گا تو پھر میرے اِس محل کی کوئی عظمت اور شان باقی نہیں رہے گی، اسی خطرہ کی وجہ سے نعمان بادشاہ کوفہ نے اسے قتل کروادیا۔

محل امتحان نمبر (۵)، دروس البلاغہ: ص/۲۳

(سالانہ ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَالتَّعْقِيْدُ أَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنٰى الْمُرَادِ، وَالْخِفَاءُ إِمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ تَقْدِيْمٍ أَوْ تَأْخِيْرٍ أَوْ فَصْلٍ وَ يُسَمّٰى تَعْقِيْدًا لَفْظِيًّا، كَقَوْلِ الْمُتَنَبِّيْ۔

جَفَخَتْ وَ هُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ
شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الْأَغَرِّ دَلَائِلُ

فَإِنَّ تَقْدِيْرَهُ "جَفَخَتْ بِهِمْ شِيَمٌ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسَبِ الْأَغَرِّ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا".

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تعقید لفظی کو اس طرح سمجھائیے کہ تعقید معنوی سے تعقید لفظی ممتاز ہوجائے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

تعقید یہ ہے کہ کلام معنیٰ مراد پر واضح الدلالت نہ ہو، اور یہ خفا یا تو لفظ کی جہت سے ہوگا یعنی تقدیم یا یا خیر یا فصل کی وجہ سے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے تعقید لفظی، جیسے متنبّی کا قول:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

"میرے ممدوح کے بلند اخلاق نے فخر کیا ہے، جو کہ اعلیٰ حسب ونسب پر دال ہے"

کیونکہ اس شعر کی تقدیری عبارت: "جفخت بهم شيمٌ دلائلُ على الحسبِ الأغر وهم لايجفخون بها" ہے۔

(ج) تعقید لفظی کی وضاحت

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تعقید کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ تعقید اس کلام کو کہتے ہیں جو معنیٰ مراد پر خفی الدلالۃ ہو یعنی معنیٰ مقصود پر کلام کی دلالت واضح نہ ہو۔

والخفاء: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تعقید کی تقسیم کر رہے ہیں؛ چنانچہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) تعقید لفظی (۲) تعقید معنوی۔

تعقید لفظی: اس تعقید کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر خفا لفظ کے جہت سے ہو، لفظ کے جہت سے ہونے کا مطلب ہے کہ تقدیم وتاخیر یا فصل کے ذریعہ خفا پایا جاتا ہو جیسے مثال مذکور کے اندر بِهِمْ یہ متعلق ہے "جفخت" سے، اور یہاں پر وهم لايجفخون بها کے ذریعہ متعلق اور متعلق کے اندر فصل کر دیا اور شيمٌ موصوف ہے اور دلائل صفت ہے تو یہاں پر "على الحسب الأغر" کے ذریعہ موصوف اور صفت کے اندر فصل کر دیا تو ان سب کے اندر خفا چونکہ لفظ کے ذریعہ پایا جا رہا ہے، لہٰذا یہ سب تعقید لفظی کی مثال ہوگی۔ تو یہاں پر اصل عبارت اس طرح ہے: "جفختْ بِهِمْ شِيَمٌ دلائلُ على الحسب الأغر وهم لايجفَخُوْنَ"۔

تعقید معنوی کی مثال اور اس کی تعریف آگے آئے گی، لہٰذا انتظار کیجیے۔

"قل انتظروا إني معكم من المنتظرين"

ترکیب:

شِيَمٌ موصوف مابعد الأغر تک صفت، موصوف باصفت متعلق ہے جفختْ کا

وهم لايجفخون بها جفخت کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۶)، دروس البلاغہ: ص/۲۳

(امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَإِمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى بِسَبَبِ اسْتِعْمَالِ مَجَازَاتٍ وَ كِنَايَاتٍ لَايُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَا وَ يُسَمّٰى تَعْقِيدًا مَعْنَوِيًّا نَحْوُ قَوْلِكَ: "نَشَرَ الْمَلِكُ أَلْسِنَتَهُ فِي الْمَدِيْنَةِ" مُرِيْدًا جَوَاسِيْسُهُ وَالصَّوَابُ نَشَرَ عُيُوْنَهُ. وقولُه ؎

سَأَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرَبُوْا
وَ تَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

حَيْثُ كَفٰى بِالْجُمُوْدِ عَنِ السُّرُوْرِ مَعَ أَنَّ الْجُمُوْدَ يُكْنٰى بِهٖ عَنِ الْبُخْلِ بِالدُّمُوْعِ وَقْتَ الْبُكَاءِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے (د) مطلب کے بعد تعقید لفظی اور معنوی کی واضح انداز میں تعریف کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور خفایا تو معنیٰ کی جہت سے ہوگا ایسے مجازات و کنایات کو استعمال کرنے کی وجہ سے جن کی مراد کو نہ سمجھا جا سکے اور اس کا نام تعقید معنوی ہے، جیسے کہ تمہارا قول (بادشاہ نے اپنی زبانوں کو شہر میں پھیلا دیا) درانحالیکہ تم اس سے بادشاہ کے جاسوس مراد لے رہے ہو، درانحالیکہ صحیح نَشَرَ عُيُوْنَهُ ہے۔ اور جیسے شاعر کا قول ؎

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

''میں تم سے بعد مکانی چاہتا ہوں تا کہ تم قریب ہو جاؤ، اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی تا کہ وہ جم جائے''

چنانچہ جمود کا سرور سے کنایہ کیا ہے باوجودیکہ جمود کا روتے وقت بخل سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

(ج) مطلب

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تعقید معنوی کو ذکر کر رہے ہیں اس سے پہلے بات آئی تھی کہ تعقید کی دو قسمیں ہیں (۱) تعقید لفظی (۲) تعقید معنوی، تعقید لفظی کی تفصیل مع مثال گزر چکی۔

اب یہاں سے تعقید معنوی کو بیان کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ تعقید معنوی اس تعقید کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر خفا معنیٰ کے ذریعہ ہو، معنیٰ کے ذریعہ خفا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر مجاز یا اسی طرح سے کنایات استعمال کیا گیا ہو کہ جس سے مراد نہ سمجھی جاتی ہو۔ جیسے: نشر الملک الإخ: کے اندر شاعر نے مجازات و کنایات استعمال کیا ہے کہ جس سے شعر کی مراد سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے وہ اس طور پر کہ اس شعر میں محل استشہاد ''السنه'' ہے، یہاں پر ''ألسنه'' سے کنایہ کیا ہے جاسوس کا اور جاسوس کے لیے لسان کے بجائے ''عین'' کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے اندر مناسبت اور واسطہ یہ ہے کہ جو جاسوس ہوتا ہے وہ ترجمان ہوتا ہے اور وہ ترجمانی زبان کے ذریعہ کرتا ہے اس لیے ''لسان'' کو بھی مجازاً جاسوس کہہ دیا جاتا ہے تو یہاں پر شاعر نے شعر کو اتنا پیچیدہ بنایا ہے کہ جب اس میں واسطہ کو نہیں مانیں گے تو شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آئے گا، اور یہاں پر درست نَشَرَ عیونه ہے؛ کیونکہ اس میں واسطہ کی ضرورت نہیں پڑتی؛ بلکہ بغیر واسطہ کے مطلب سمجھ میں آجاتا ہے۔

اور دوسرے شعر کے اندر محل استشہاد ''جمود'' اور ''عیناي الدموع'' ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عيناي الدموع سے مراد حزن ہے اور اس میں واسطہ کی ضرورت نہیں پڑتی؛ کیونکہ جب کوئی روتا ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہے، برخلاف ''جمود'' کے، جس سے کنایہ کیا ہے ''سرور'' کا، تو اس میں مطلب اور مقصد کو سمجھنے کے لیے بہت سارے واسطوں کی ضرورت پڑتی ہے (۱) پہلا یہ ہے کہ میں تم سے بُعدِ مکانی کو طلب کروں گا (۲) دوسرا یہ ہے کہ میں اپنے نفس کو فراق پر راضی کروں گا (۳) تیسرا یہ ہے کہ تمہاری جدائیگی پر اپنے آپ کو خوگر بناؤں گا (۴) چوتھا یہ ہے کہ میں خوب روؤں گا (۵) پانچواں یہ ہے کہ جب تم کو میرے رونے پر ترس آئے گا تو تم میرے قریب ہوگی اور میں خوش ہوں گا تو یہاں پر شاعر کے شعر میں مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بہت سارے واسطے کی ضرورت پڑی، تب مقصد حاصل ہوا۔

ترکیب:

سأطلب بعد الدار عنكم مل ملا کے مفعول بہ اور متعلق لام جارہ بمعنیٰ ''کی'' اس کے بعد ''ان'' مقدر ہے بعدہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہوکر مجرور مل ملا کے معطوف علیہ ''واؤ'' عاطفہ تَسْكُبُ عيناي الدموع فعل با فاعل مفعول لتجمُدا ما قبل تقربوا کی طرح بتاویل مفرد ہوکر متعلق، سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ با معطوف جملہ معطوفہ ہوا۔

(د) تعقید لفظی اور معنوی کی واضح انداز میں تعریف

تعقید لفظی: اس تعقید کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر خفا لفظ کی جہت سے ہو یا تو مقدم و مؤخر ہونے کی وجہ سے یا تو فصل کی وجہ سے۔

تعقید معنوی: اس تعقید کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر خفا معنیٰ کی جہت سے ہو جیسے کہ شاعر نے مجازات و کنایات استعمال کر دیا تو یہ سب معنیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۷)، دروس البلاغہ: ص ۲۴/

(داخلہ امتحان ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: (وَالْبَلاغَةُ) فِي اللُّغَةِ الْوُصُوْلُ وَالْاِنْتِهَاءُ، يُقَالُ: "بَلَغَ فُلانٌ مُرَادَهُ" إِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ "وَبَلَغَ الرَّكْبُ الْمَدِيْنَةَ" إِذَا انْتَهٰى إِلَيْهَا، وَتَقَعُ فِي الْاِصْطَاحِ وَصْفًا لِلْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

بلاغت کہتے ہیں لغت میں پہنچنے اور رُک جانے کو۔ کہا جاتا ہے: "بلغ فلانٌ مراده" جب وہ اس تک پہنچ جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے "بلغ الركب المدينة" جب وہ اس تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اصطلاح میں وہ کبھی کلام کا وصف اور کبھی متکلم کا وصف واقع ہوتی ہے۔

(ج) تشریح

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بلاغت کے لغوی معنیٰ بیان کر رہے ہیں اور اس کو محاورہ سے واضح کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ بلاغت کے لغوی معنیٰ صول اور انتہاء (پہنچنے) کے ہیں اب مصنف علیہ الرحمہ اس کو مثال سے واضح کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مقصد تک پہنچ جاتا ہے اس وقت کہتے ہیں "بلغ فلان مراده" کہ فلاں آدمی اپنی مراد تک پہنچ گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اسی طرح جب قافلہ شہر میں پہنچ جائے تو بولتے ہیں "بلغ الركب المدينة" کہ قافلہ شہر میں پہنچ گیا۔

وتقع في الاصطلاح: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بلاغت کی کوئی ایسی تعریف نہیں ہے جو جامع اور مانع ہو؛ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ بلاغت کبھی کلام کی صفت اور کبھی متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے۔

البتہ بلاغت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ علمِ بلاغت اس علم کا نام ہے جس کے قواعد ملحوظ رکھنے سے مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے میں خطا واقع نہ ہو۔

محل امتحان نمبر (۸)، دروس البلاغہ: ص ۲۴/

(داخلہ امتحان ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: (فَبَلَاغَةُ الْكَلَامِ) مُطَابَقَتُهُ لِمُقْتَضَى الْحَالِ مَعَ فَصَاحَتِهِ،

وَالْحَالُ يُسَمّٰى بِالْمَقَامِ، هُوَ الْأَمْرُ الْحَامِلُ لِلْمُتَكَلِّمِ عَلٰى أَنْ يُّوْرِدَ عِبَارَتَهُ عَلٰى صُوْرَةٍ مَخْصُوْصَةٍ، وَالْمُقْتَضٰى وَيُسَمّٰى الْاِعْتِبَارَ الْمُنَاسِبَ هُوَ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ اللَّتِي تُوْرَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ مَثَلًا: الْمَدْحُ حَالٌ يَدْعُوْ لِإِيْرَادِ الْعِبَارَةِ عَلٰى صُوْرَةِ الْإِطْنَابِ، وَذَكَاءُ الْمُخَاطَبِ حَالٌ يَدْعُوْ لِإِيْرَادِهَا عَلٰى صُوْرَةِ الْإِيْجَازِ؛ فَكُلٌّ مِنَ الْمَدْحِ وَالذَّكَاءِ حَالٌ، وَكُلٌّ مِنَ الْإِطْنَابِ وَالْإِيْجَازِ مُقْتَضًى، وَإِيْرَادُ الْكَلَامِ عَلٰى صُوْرَةِ الْإِطْنَابِ وَالْإِيْجَازِ مُطَابَقَةٌ لِلْمُقْتَضٰى.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشفی بخش تشریح کیجیے (د) حال اور مقتضی کی الگ سے تعریف کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

چنانچہ بلاغت کلام، کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا ہے کلام کے فصاحت کے ساتھ ساتھ،

اور حال کا نام رکھا جاتا ہے ''مقام''، حال و مقام ایسا امر ہے جو متکلم کو آمادہ کرلے اِس بات پر کہ وہ اپنی عبارت کو مخصوص صورت پر پیش کرے، اور مقتضی کا نام رکھا جاتا ہے ''اعتبارِ مناسب'' وہ صورت مخصوصہ ہے جس پر عبارت کو پیش کیا جائے، مثلاً ''مدح'' حال ہے جو عبارت کو اِطناب کی صورت پر لانے کا مقتضی ہے، اور مخاطب کی ذہانت حال ہے جو ایجاز کی صورت پر کلام کے لانے کا مقتضی ہے؛ چنانچہ مدح اور ذکاء میں سے ہر ایک حال ہے، اور اطناب و ایجاز میں سے ہر ایک مقتضی ہے، اور کلام کو پیش کرنا اطناب اور ایجاز کی صورت پر مقتضی کے مطابق ہے۔

(ج) تشفی بخش تشریح

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بلاغت کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ کلامِ بلیغ وہ کلام ہے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو یعنی موقع جیسا ہو اسی اعتبار سے گفتگو کرے اور ہر کلامِ فصیح بھی ہو جیسے اگر سامع خالی الذہن ہے، خبر کے صدق و کذب سے تو پھر وہاں پر بمقتضائے حال کلام بغیر تاکید کے لایا جائے گا اور اگر سامع متردد ہو تو وہاں پر کلام بمقتضائے حال تاکید مناسب ہوگی۔

اور اگر سامع منکر ہے خبر کا تو وہاں پر سامع کے انکار کے اعتبار سے تاکید لائی جائے گی، اور تاکید اس کے انکار کے بقدر ہو، جیسے خالی الذہن والے کے لیے، جاء زید،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

متردد کے لیے: قدجاءَ زَیْدٌ.

منکر کے لیے: واللّٰہ جاءَ زَیْدٌ.

اگران ذکر کردہ طریقوں سے کلام کیا جائے تو کلام بلیغ ہوگا اور اگر اس کے برخلاف کلام کیا جائے تو کلام بلیغ نہیں ہوگا۔

والحال: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حال کا دوسرا نام "مقام" ہے۔

وھو: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے حال کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ حال ایک ایسا امر ہے جو متکلم کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اپنی عبارت کو ایک خاص انداز میں بیان کرے اس کی اصل تعریف یہی ہے اور "مقام" بھی اسی کو کہتے ہیں.

والمقتضي: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ مقتضیٰ کا دوسرا نام اعتبار مناسب ہے، اور اعتبار مناسب کی تعریف مصنف کی زبانی یہ ہے کہ وہ خاص انداز جس پر عبارت کو پیش کیا جائے۔

مثلًا: سے مصنف نے ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ "مدح" یعنی کسی کی تعریف کرنا ایک ایسی حالت ہے جو اِس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کلام کو مطول انداز میں ذکر کرے، اور ذکاء المخاطب ایک ایسی حالت ہے جو اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ کلام کو مختصر انداز میں ذکر کیا جائے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعریف ہماری کی جائے، تو یہ تعریف اِطناب (طوالت) کا تقاضہ کرتی ہے، اور مخاطب ذہین ہے تو وہ چاہتا ہے کہ کلام کو مختصر انداز میں ذکر کیا جائے؛ کیونکہ وہ مختصر کے ذریعے ہی بات کو سمجھ جائے گا۔

تو معلوم ہوا کہ "مدح" ایک حال ہے جو اطناب کو چاہتا ہے اور "ذکاء مخاطب" مقتضائے حال ہے جو اِیجاز کو چاہتا ہے، اور کلام کا اطناب و ایجاز کے مطابق ڈھال کر بیان کرنا اسے ہی کہتے ہیں مقتضائے حال کے مطابق ہونے کو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(د) حال اور مقتضی کی الگ سے تعریف

حال کہتے ہیں اس امر کو جو متکلم کو مخصوص انداز میں کلام کے لانے پر ابھارے۔
اور مقتضی کہتے ہیں اس مخصوص صورت کو جس پر عبارت کو ڈھالا جائے۔

محل امتحان نمبر (۹)، دروس البلاغہ: ص/۲۴

(ششماہی امتحان ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: (وَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ) مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنِ الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ بَلِيغٍ فِي أَيِّ غَرَضٍ كَانَ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) فِي أي غرضٍ کا مطلب بتائیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

(اور بلاغت متکلم) ایک ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعہ متکلم بلیغ انداز میں مقصود کے ادا کرنے پر قادر ہو چاہے جس غرض میں بھی کلام ہو۔

(ج) فِي أي غرضٍ کا مطلب

في أي غرضٍ کا مطلب ہے کہ انواع معانی میں سے جس نوع میں بھی متکلم چاہے کلام بلیغ میں مقصود ادا کر دے یعنی اداء مقصود پر قادر ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۱۰)، دروس البلاغہ: ص/۲۶

(الف) عبارت با اعراب:

عِلْمُ الْمَعَانِي

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ اللَّتِي بِهَا يُطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ، فَتَخْتَلِفُ صُوَرُ الْكَلَامِ لِاخْتِلَافِ الْأَحْوَالِ، مِثَالُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: "وَأَنَّا لَانَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھیے (د) علم معانی کتنے ابواب پر مشتمل ہے لکھیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

علمِ معانی

وہ (علم معانی) ایسا علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جائے جن کے ذریعہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو؛ چنانچہ کلام کی صورتیں مختلف ہوں گی احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کی مثال، اللہ تعالیٰ کا قول: "اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے"۔

(ج) مطلب:

سب سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ علمِ معانی کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ علمِ معانی ایسا علم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے جس کے ذریعہ لفظ کے ان احوال کو جانا جائے جن کے ذریعے کلام کو مقتضائے حال کے مطابق بنایا جاسکے، بعدازاں مصنف فرماتے ہیں کہ جس جس طریقے سے احوال مختلف ہوں گی اسی طرح سے کلام کی صورتیں بھی مختلف ہوں گی، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: "أَنَـــا لَا نَـدْرِيْ" اس مثال میں أَمْ کے ماقبل کلام کی صورتیں ام کے مابعد کے کلام کی صورت سے مختلف ہے، اِس طور پر کہ ام کے ماقبل فعل مجہول ہے اور ام کے بعد فعل معروف ہے، اب اس کی حالت سنیے یعنی ایسا کیوں ہوا تو اسی کو مصنف کہتے ہیں احوال سے مختلف ہونا یعنی ایسا اس لیے ہوا کہ ام کے ماقبل ایک لفظ ہے جو کہ شر ہے اور وہ شر اِس بات کا مقتضی ہے کہ فعل مجہول لایا جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت کرنے سے رُکا جائے اور ام کے مابعد ایک لفظ ہے جو کہ "رَشَدًا" ہے اور وہ "رشدا" اس بات کا مقتضی ہے کہ ام کے بعد فعل معروف لایا جائے؛ کیوں؟ اس لیے کہ تاکہ خدا تبارک وتعالیٰ کی طرف خیر کی نسبت کرنا لازم آئے تو یہ ہوئی حالت اسے بار بار پڑھ کر سمجھ لیجیے۔

(د) علم کتنے ابواب پر مشتمل ہے؟

علمِ معانی آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جو آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محل امتحان نمبر (۱۱)، دروس البلاغہ: ص/۲۶

(داخلۂ امتحان ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب:

اَلْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْخَبَرِ وَالْإِنْشَاءِ

كُلُّ كَلَامٍ فَهُوَ إِمَّا خَبَرٌ أَوْ إِنْشَاءٌ وَالْخَبَرُ مَايَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيْهِ أَوْ كَاذِبٌ، كَسَافَرَ مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ مُقِيْمٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب سمجھا کر صدق خبر اور کذب خبر کی مراد لکھیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

باب اوّل خبر اور انشاء کے بیان میں

ہر کلام تو وہ یا تو خبر ہوگی یا انشاء اور خبر یہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ صادق ہے اس میں یا کاذب ہے اس میں، جیسے محمد نے سفر کیا اور علی مقیم ہے۔

(ج) مطلب اور صدق خبر اور کذب خبر کی مراد

ماقبل میں مصنف علیہ الرحمہ نے اِس بات کو بیان کیا تھا کہ علمِ معانی کے آٹھ ابواب ہیں، اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ پہلے باب کو بیان کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ کلام کی دو قسمیں ہیں (۱) خبر (۲) انشاء۔

خبر کی تعریف:

خبر کی تعریف یہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو یہ کہنا صحیح ہو کہ وہ اپنی خبر میں صادق ہے یا کاذب۔ جیسے: سافر علي میں اس کی خبر دینے والے کو یہ کہنا صحیح ہے کہ اس کا قائل جھوٹا ہے یا سچا، دونوں کہنا صحیح ہے۔

انشاء کی تعریف:

انشاء کہتے ہیں کہ جس کے کہنے والے کو یہ کہنا درست نہ ہو کہ وہ اپنے قول میں سچا ہے یا جھوٹا؛ بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ اپنے قول میں سچا ہے، جیسے سافر یا محمد تو اب یہاں پر (اے محمد سفر کر) یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اس کا قائل سچا ہے یا جھوٹا؛ بلکہ یہ کہنا ضروری ہوگا کہ اس کا قائل سچا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صدق خبر سے مراد ہے کہ خبر واقع (خارج) کے مطابق ہو جیسے سَافِرْ یا محمد.

کذب خبر سے مراد ہے کہ خبر واقع (خارج) کے مطابق نہ ہو جیسے: سافَرَ عَلِیٌّ.

محل امتحان نمبر (۱۲)، دروس البلاغہ: ص ۲۷

(داخلۂ امتحان ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ: مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ، وَمَحْكُوْمٌ بِهِ، وَيُسَمَّى الْأَوَّلُ مُسْنَدًا إِلَيْهِ كَالْفَاعِلِ وَنَائِبِهِ وَالْمُبْتَدَإِ الَّذِيْ لَهُ خَبَرٌ وَيُسَمَّى الثَّانِيْ مُسْنَدًا كَالْفِعْلِ، وَالْمُبْتَدَإِ الْمُكْتَفٰى بِمَرْفُوْعِهِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے (د) والمبتدأ المكتفى بمرفوعه کا مطلب۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور ہر جملے کے دو رکن ہیں، (۱) محکوم علیہ، (۲) محکوم بہ اور پہلے کا نام رکھا جاتا ہے مسند الیہ، جیسے فاعل، اور نائب فاعل اور وہ مبتدا جس کی خبر ہو، اور دوسرے کا نام رکھا جاتا ہے مسند، جیسے فعل اور وہ مبتدا جو اپنے مرفوع پر اکتفا کیے ہوئے ہو۔

(ج) مطلب

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر جملے میں دو رکن ہوتے ہیں (۱) ایک کا نام محکوم علیہ ہے اسی کا دوسرا نام مسند الیہ ہے اس کے تحت فاعل نائب فاعل اور مبتدا کی قسم اوّل آتی ہے، قسم اوّل سے مراد یہ ہے کہ وہ مبتدا جس کے لیے خبر ہو، جیسے: الفصلُ مفتوحٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۲) اور دوسرے کا نام رکھا جاتا ہے محکوم بہ اسی کو کہتے ہیں ''مسند'' اس کے زیر فعل آتی ہے اور وہ مبتدا آتی ہے جو اپنے مرفوع پر اکتفا کیے ہوئے ہو۔

(د) والمبتدأ المكتفى بمرفوعه کا مطلب

اس سے مراد مبتدا کی دوسری قسم ہے اور مبتدا کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ صیغۂ صفت جو حرف نفی یا صرف استفہام کے بعد واقع ہو اور وہ صیغۂ صفت اسمِ ظاہر کو رفع دے رہا ہو جیسے: ماقائم الزَّيْدَانِ و أقائمانِ الزَّيدانِ.

اِس مبتدا کے لیے خبر اس لیے نہیں ہوتی ہے کہ چونکہ اس کے ساتھ ایک اسم ظاہر ہوتا ہے جو مرفوع ہوتا ہے اور یہ اسم ظاہر مرفوع اس (مبتدا) کو خبر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ تفصیل کے لیے ہدایۃ النحو اور کافیہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

محل امتحان نمبر (۱۳)، دروس البلاغۃ: ص/۲۷

(سالانہ امتحان ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت با اعراب: اَلْخَبَرُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً، أَوْإِسْمِيَّةً، فَالْأُوْلٰى مَوْضُوْعَةٌ لِإِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِيْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْإِخْتِصَارِ،

وَقَدْ تُفِيْدُ الْإِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِالْقَرَائِنِ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح اِس طرح کیجیے کہ استمرار تجددی اور شعر کے اندر محل استشہاد خوب واضح ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگی یا جملہ اسمیہ ہوگی، چنانچہ پہلا مخصوص زمانہ میں اختصار کے ساتھ حدوث فعل کا فائدہ پہنچانے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔
اور کبھی وہ استمرار تجددی کا فائدہ دیتی ہے قرائن کے ساتھ جبکہ فعل مضارع ہو۔

(ج) تشریح اور استمرار تجددی اور شعر کے اندر محل استشہاد کی وضاحت

جب مصنف علیہ الرحمہ خبر کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے خبر کی تقسیم کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں (۱) جملہ فعلیہ (۲) جملہ اسمیہ۔

فالاولی: یہاں سے جملہ فعلیہ لانے کے مقصد کو ظاہر کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ خبر کو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید کرنے کے لیے جملہ فعلیہ لائے ہیں۔

اختصار کا مطلب ہے کہ زمانے کو بتلانے کے لیے قرینہ ہو جیسے زیدٌ قائمٌ الآن أو امسِ اس مثال میں مخصوص زمانہ پر دلالت ہو رہی ہے؛ مگر یہ دلالت الآن یا أمس کے قرنے کے ذریعے ہو رہی ہے تو یہ ہوا اختصار کا مطلب۔

وقد تفید: یہاں سے فرماتے ہیں کہ جب جملہ فعلیہ مضارع ہو تو وہ استمرار کا فائدہ دیتی ہے؛ لیکن یہ فائدہ اس وقت دے گی جب کہ قرینہ ہو۔

استمرار تجددی کا مطلب ہے کسی فعل (کام) کے بار بار ہونے کو بتلانا، جیسے طریف کا قول:

أَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيلَةٌ
بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

اس شعر میں محل استشہاد "یتوسم" ہے، جو کہ جملہ فعلیہ ہونے کے ساتھ ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مضارع بھی ہے خبر واقع ہے یہاں پر ترجمے سے واضح اور ظاہر ہو رہا ہے کہ اس میں استمرار تجددی ہے وہ اس طور پر کہ وہ مجھے بار بار دیکھتے ہیں اور پہچان جاتے ہیں تو یہی بار بار دیکھنا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس میں استمرار تجددی ہے۔ اور قرینہ ہے کُلَّمَا وہ اس طرح کہ کہا جاتا ہے جب جب تو کھائے گا تو میں کھاؤں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ فافہم

محل امتحان نمبر (۱۴)، دروس البلاغہ: ص/۲۸

(شعبان امتحان ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَقَدْ يُلْقَى الْخَبَرُ لِأَغْرَاضٍ أُخَرَ:

۱- كَالْإِسْتِرْحَامِ فِي قَوْلِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام "رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ"

۲- وَإِظْهَارُ الضُّعْفِ فِي قَوْلِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ "رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا"

۳- وَإِظْهَارُ التَّحَسُّرِ فِي قَوْلِ امْرَأَةِ عِمْرَانَ "رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى"

۴- وَإِظْهَارُ الْفَرَحِ بِمُقْبِلٍ وَالشَّمَاتَةِ بِمُدْبِرٍ فِي قَوْلِكَ "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ"

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے۔ (ب) ترجمہ کیجیے۔ (ج) عبارت کی تشریح کیجیے (د) خبر کی کتنی صورتیں نکل سکتی ہیں لکھئے

جواب

(ب) ترجمہ:

اور کبھی خبر دوسرے مقاصد کے لیے لائی جاتی ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۱) جیسے طلبِ رحمت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول "رَبِّ اِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ إلخ" میں، اے میرے پروردگار میں اس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو مجھ پر نازل فرمائے۔

(۲) ناتوانی اور ضعف کے اظہار کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام کے قول "رَبِّ اِنِّیْ إلخ" میں، اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔

(۳) حسرت وافسوس کے اظہار کے لیے حضرت عمران کی بیوی کے قول "رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا الخ" میں، اے میرے پروردگار میں نے اسے لڑکی جنی۔

(۴) مسرت کے اظہار کے لیے آنے والی چیز سے اور کسی ناپسندیدہ چیز کے جانے پر خوشی کے اظہار کے لیے تمہارے قول "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" میں (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔

(ج) عبارت کی تشریح:

ماقبل میں حضرت مصنفؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ خبر کو اصلاً دو ہی مقصد کے لیے لاتے ہیں؛ مگر کبھی ان دو کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لیے بھی لے آتے ہیں، انہیں دیگر مقاصد کو عبارت مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے، من جملہ انہیں مقاصد میں۔

پہلا مقصد: استرحام یعنی رحمت طلب کرنا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول "رَبِّ اِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ" میں، اس قول سے نہ تو فائدۂ خبر مراد لے سکتے ہیں؛ کیونکہ اس قول کا مخاطب باری تعالیٰ ہے، جو ظاہر و باطن دونوں کو جانتا ہے؛ اس لیے اسے کوئی خبر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی لازم فائدۂ خبر مراد لے سکتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہیں؛ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ بھی مقصد نہیں ہے کہ میں بھی خبر کو جانتا ہوں؛ کیونکہ اس صورت میں ایک لایعنی اور عبث کام ہو جائے گا؛ بلکہ یہ کلام رحم و کرم طلب کے لیے لایا گیا ہے جیسا کہ ترجمے سے ظاہر ہے۔

دوسرا مقصد: اظہارِ ضعف ہے ناتوانی اور کمزوری ظاہر کرنا، مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام کا قول کہ ''اے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں'' یہ بھی اصلی دونوں معنوں مقصود نہیں ہوسکتا؛ اس لیے کہ اللہ رب العزت جب ساری باتوں کو جانتا ہے تو اسے خبر دینے کا کوئی سوال ہی نہیں اور نہ ہی لازم فائدۂ خبر مراد لے سکتے ہیں کہ اس خبر کو میں بھی جانتا ہوں؛ بلکہ اس میں عاجزی اور کمزوری کا بیان ہے۔

تیسرا مقصد: حزن و غم کا اظہار ہے یعنی حسرت و افسوس ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے، مثلاً امرأۃ عمران کا قول ''رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی'' اس قول میں اپنی نذر کے پوری نہ ہونے پر حزن و غم کا اظہار کیا ہے؛ کیونکہ انہوں نے بیٹا پیدا ہونے کی نذر مانی تھی؛ مگر بیٹی پیدا ہوئی (یعنی حضرت مریم علیہا السلام)۔

چوتھا مقصد: کسی آنے والی چیز پر خوشی کا اظہار کرنا ہے، یعنی جب کوئی اچھی بات پیش آئے تو خوشی ہو اور کسی چیز کے مٹ جانے اور ختم ہو جانے پر مسرت کا اظہار کرنا ہے، جب وہ چیز چلی جائے، مثلاً ''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' میں اسلام کی آمد پر مسرت اور شرک کے مٹنے اور ختم ہونے پر خوشی کا اظہار ہے۔

(د) خبر کی کتنی صورتیں نکل سکتی ہیں:

خبر کی دو صورتیں نکل سکتی ہیں:

(۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۱۵)، دروس البلاغہ: ص/۲۹

(ششماہی امتحان ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت بااعراب: حَيْثُ كَانَ قَصْدُ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِهٖ إِفَادَةَ الْمُخَاطَبِ يَنْبَغِيْ أَنْ يَقْتَصِرَ مِنَ الْكَلَامِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ حَذَرًا مِّنَ اللَّغْوِ.

(الف) اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے، دورانِ تشریح یہ بھی بتایئے کہ افادۃ المخاطب کتنے طریقے ہیں (د) تینوں طریقے کی تعریف کریں (ہ) حرفِ تاکید ذکر کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ

جہاں مخبر کا مقصد اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہو تو مناسب ہے کہ کلام کو بقدرِ ضرورت لایا جائے لغو سے بچتے ہوئے۔

(ج) تشریح

یہاں پر مصنف علیہ الرحمہ نے فائدۃ الخبر کی تین قسمیں ذکر کی ہیں؛ لیکن اس سے پہلے ایک ضابطہ کو ذکر کیا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ کلام کو بقدرِ ضرورت ہی استعمال کیا جائے (ذکر کیے جائیں) کیونکہ ضرورت سے زیادہ کلام عبث اور لغو ہوگا۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضرورت کا اندازہ کیسے ہو؟ تو اب اس کے لیے مخاطب کے حال پر غور کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اگر مخاطب خالی الذہن ہے یعنی کلام کے اندر اسے تردد نہیں ہے تو اب یہاں پر کلام کو بغیر تاکید کے لایا جائے گا۔ جیسے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

"أخوکَ قادم" تمہارا بھائی آیا۔

اور اگر مخاطب متردد ہے تو وہاں پر کلام کے حکم کو تاکید سے مؤکد کرنا مستحسن ہے، جیسے کسی شخص کو اپنے بھائی کے آنے کے بارے میں شک ہے، تو اب کہا جائے گا: إنّ أخاک قادمٌ.

اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اب منکر کے انکار کے بقدر کلام کو تاکید سے مؤکد کریں گے، جیسے: إن أخاکَ قادمٌ اور اگر انکار زیادہ ہو تو پھر کہا جائے گا إنہ لقادمٌ، اور اگر اس سے بھی بڑھ کر ہو تو پھر کہا جائے گا وَاللّٰہِ إنہ لقادِمٌ.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مخاطب کے انکار کے بقدر تاکید ذکر کریں گے، اور یہی افادۃ المخاطب کے تین طریقے ہیں، پہلے والے کا نام ہے "ابتدائی"، دوسرے والے کا نام ہے "طلبی"، تیسرے والے کا نام ہے "انکاری"۔

(د) تینوں طریقے کی تعریف

ابتدائی کی تعریف: ابتدائیے یہ ہے کہ مخاطب خالی الذہن ہو، جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ.

طلبی کی تعریف: طلبی یہ ہے کہ مخاطب متردد ہو۔ جیسے: إِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ.

انکاری کی تعریف: انکاری یہ ہے کہ مخاطب انکار کرنے والا ہو، جیسے: وَاللّٰہُ إِنَّہٗ لَقَادِمٌ.

(ہ) حرفِ تاکید

حرفِ تاکید میں سے ہے: إِنَّ، أَنَّ، لَامُ الْـإِبْتِدَاءِ، حروف تنبیہ، قسم، نون تاکید، حروفِ زائدہ، حرف تکریر، قد اور مام شرطیہ ہے۔

محل امتحان نمبر (۱۶)، دروس البلاغہ: ص/۲۹

(داخلۂ امتحان ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت بااعراب: الْـإِنْشَاءُ إِمَّا طَلَبِيٌّ أَوْ غَيْرُ طَلَبِيٍّ،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فَالطَّلَبِيُّ مَايَسْتَدْعِي مَطْلُوْبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ، وَغَيْرُ الطَّلَبِيِّ مَالَيْسَ كَذٰلِكَ.

وَالْأَوَّلُ يَكُوْنُ بِخَمْسَةِ أَشْيَاءَ (١) الْأَمْرُ (٢) وَالنَّهْيُ (٣) وَالْاِسْتِفْهَامُ (٤) وَالتَّمَنِّيْ (٥) وَالنِّدَاءُ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) انشاء طلبی اور غیر طلبی کی تعریف کیجیے (د) انشاءِ طلبی کی پانچ قسموں کی تعریف ذکر کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

انشاء یا تو طلبی ہوگی یا غیر طلبی، چنانچہ طلبی وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کا تقاضہ کرے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو، اور غیر طلبی وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کا تقاضہ نہ کرے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو۔

(ج) انشاء طلبی اور غیر طلبی کی تعریف

انشاء طلبی یہ ہے کہ جس کے ذریعے متکلم ایسے مطلوب کو چاہے جو طلب کے وقت حاصل ہو۔

انشاء غیر طلبی یہ ہے کہ جو ایسے مطلوب کو نہ چاہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو۔

(د) انشاءِ طلبی کی پانچ قسموں کی تعریف

انشاءِ طلبی کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) امر: امر کہتے ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر کسی سے کوئی چیز طلب کرنا۔

(۲) نہی: نہی کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر ترکِ فعل کو طلب کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۳) استفہام: کہتے ہیں کسی نامعلوم شئ کے طلب کرنے کو۔

(۴) تمنی: کہتے ہیں کسی ایسی محبوب چیز کے طلب کرنے کو جس کے حاصل ہونے کی اُمید نہ ہو (۱) یا تو اس وجہ سے کہ اس کا حاصل ہونا محال ہے۔

(۲) یا تو اس کا حاصل ہونا ممکن ہو؛ لیکن بعید ہے جس کی بنا پر اس کے حصول کی اُمید نہیں کی جاتی۔

(۵) نداء: کہتے ہیں کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کو کسی ایسے حرف کے ذریعہ جو "أدعو" کے قائم مقام ہو۔

محل امتحان نمبر (۱۷)، دروس البلاغہ: ص/۳۰

(داخلۂ امتحان ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت با اعراب: أَمَّا الْأَمْرُ فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْإِسْتِعْلَاءِ وَلَهُ أَرْبَعُ صِيَغٍ: فِعْلُ الْأَمْرِ نَحْوُ "خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ"، وَالْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنُ بِاللَّامِ، نَحْوُ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ، وَاسْمُ فِعْلِ الْأَمْرِ نَحْوُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَالْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنْ فِعْلِ الْأَمْرِ نَحْوُ سَعْيًا فِي الْخَيْرِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) واضح طور پر مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

بہر حال امر تو وہ فعل کو طلب کرنا ہے استعلاء کے طریقے پر اور اس کے چار صیغے ہیں: فعل امر جیسے: تم کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور وہ مضارع جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لام سے متصل ہو جیسے چاہئے کہ وسعت والا اپنے وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ اور وہ اسم جو فعل امر کے معنیٰ میں ہو جیسے آؤ کامیابی کی طرف۔ اور وہ مصدر جو فعل امر کے قائم مقام ہو جیسے بھلائی کے کام میں کوشش کرو۔

(ب) واضح طور پر مطلب

یہاں سے مصنفؒ امر کی تعریف کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ امر وہ فعل کو طلب کرتا ہے استعلاء کے طریقے پر، استعلاء کا مطلب ہے کہ متکلم اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر کسی چیز کو طلب کرے۔

ولہٗ اربع: یہاں سے امر کے صیغے بیان کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ امر کے چار صیغے ہیں (۱) فعل جیسے خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ کہ کتاب کو مضبوطی سے پکڑے (۲) وہ فعل مضارع جس میں لام امر لگا ہوا ہو جیسے لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ یہاں پر فعل مضارع "یُنْفِقْ" میں لام امر لگا ہوا ہے (۳) اسم فعل جو فعل امر کے معنیٰ میں ہو جیسے حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ "آؤ نماز کی طرف" یہاں پر حیّ اسم فعل ہے؛ لیکن امر کے معنیٰ میں ہے۔ (۴) وہ مصدر جو فعلِ امر کے قائم مقام ہو جیسے "سعیًا فی الخیر" یہاں بھی اصل عبارت "اِسْعَوْا سَعْیًا فِي الْخَیْرِ" یہاں پر فعل امر (اِسْعَوْا) کو حذف کر کے "سَعْیًا" مصدر کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ چاروں صیغے فعل امر کے معنیٰ ادا کرتے ہیں۔

محل امتحان نمبر (۱۸)، دروس البلاغہ: ص/۳۱

(داخلہ امتحان ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَأَمَّا النَّهْيُ: فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ، وَلَهٗ صِيْغَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ الْمُضَارِعُ مَعَ لَا النَّاهِيَةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وَقَدْتَخْرُجُ صِيْغَتُهُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيِّ إِلٰى مَعَانٍ آخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ.

١ – كَالدُّعَاءِ نَحْوُ "لَاتُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ".

٢ – وَالْإِلْتِمَاسِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيْكَ "لَاتَبْرَحِ الْمَكَانَ حَتّٰى ارْجِعَ إِلَيْكَ".

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) عبارت کی وضاحت کیجیے (د) استعلاء کی تعریف کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

بہرحال "نہی" تو وہ فعل کے روکنے کو طلب کرنا ہے بڑائی کے طریقے پر اور اس کا صرف ایک صیغہ ہے اور وہ فعل مضارع ہے لاء نہی کے ساتھ، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "لَاتُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو، کبھی نہی کا صیغہ اپنے اصلی معنیٰ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے جو مقام اور سیاقِ کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔

١- مثلاً دعا، جیسے: "لَاتُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ" اے اللہ! میری تکلیف پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دے۔

٢- التماس، جیسے تمہارا اپنے برابر والے سے کہنا "لَاتَبْرَحِ الْمَكَانَ حَتّٰى ارْجِعَ إِلَيْكَ" اس جگہ سے مت ہٹنا جب تک کہ میں تیرے پاس لوٹ کر نہ آؤں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) عبارت کی وضاحت ملاحظہ ہو

عبارت میں نہی کی تعریف کی گئی ہے، اس کے اصلی صیغے کو بیان کیا گیا ہے، نیز ان معانی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جن میں صیغۂ نہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔

نہی، استعلاء کے طور پر ترکِ فعل کے طلب کرنے کو کہتے ہیں، اس کا صرف ایک صیغہ ہے؛ مگر یہ صیغے کی حیثیت سے قسم واحد ہے، اگرچہ اس کے تحت اشخاص کثیرہ ہیں، جیسے: "لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" آیتِ کریمہ میں "لَاتُفْسِدُوْا" فعل نہی ہے جو صیغے کے اعتبار سے نہی کی قسم ہے؛ مگر اس کے مخاطب بہت سے افراد ہیں، برخلاف "لَاتُفْسِدُوْا" کے، کہ یہ بھی نہی کی ایک قسم ہے؛ مگر اس کے تحت فردِ واحد ہے۔

یوں تو فعل نہی کا اصل معنیٰ ترکِ فعل کا طلب کرنا ہے؛ مگر کبھی کبھی اس اصلی معنیٰ کو چھوڑ کر دیگر معانی میں استعمال ہوتا ہے، جن کا پتہ مقام اور قیاس کلام سے چلتا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- دعا کے لیے استعمال ہونا، جیسے: "لَاتُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ" محل استشہاد "لَاتُشْمِتْ" صیغہ نہی ہے جو اپنے اصلی معنیٰ "ترکِ فعل" کے علاوہ دعا کے معنیٰ میں مستعمل ہے؛ اس لیے کہ یہ قول "لَاتُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ" حضرت ہارون علیہ السلام کا ہے اور خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہے، اور ظاہر ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رُتبے میں چھوٹے ہیں، اور چھوٹے کی بات بڑے سے درخواست اور دعا ہی ہوگی کہ آپ اس طرح کا معاملہ کرکے مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع مت دیجیے، اس کلام میں چونکہ استعلاء نہیں پایا گیا؛ اس لیے حقیقی معنیٰ پر محمول نہیں کریں گے۔

۲- التماس کے معنیٰ میں، جیسے اپنے برابر والے شخص سے کہنا "لَاتَبْرَحِ الْمَکَانَ" یہاں "لاتبرح" التماس کے معنیٰ میں مستعمل ہے؛ کیونکہ یہ جملہ اپنے برابر شخص سے کہا جارہا ہے اور برابر والے شخص کو حکم نہیں دیا جاتا ہے؛ بلکہ اس سے التماس کی جاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(د) استعلاء کی تعریف ملاحظہ ہو:

استعلاء کہتے ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر کسی کام کو طلب کرنا۔

محل امتحان نمبر (۱۹)، دروس البلاغہ: ص/۳۲

(الف) عبارت با اعراب: وَأَمَّا الْإِسْتِفْهَامُ: فَهُوَ طَلَبُ الْعِلْمِ بِشَيْءٍ، وَأَدَوَاتُهُ: الْهَمْزَةُ، وَهَلْ، وَمَا، وَمَنْ، وَمَتٰى، وَ أَيَّانَ، وَكَيْفَ، وَ أَيْنَ، وَأَنّٰى، وَكَمْ، وَأَيٌّ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) استفہام کی تعریف کرتے ہوئے تشریح کریں (د) مَنْ اور مَتٰی کا محل استعمال بتائیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

بہر حال استفہام تو وہ کسی شے کا علم طلب کرنا ہے اور اس کے حروف ھمزہ، ھل، ما، من، متی، کیف، این، انی، کم اور أيّ ہیں۔

(ج) استفہام کی تعریف مع تشریح

عبارتِ مذکورہ میں استفہام کی تعریف بیان کرنے کے بعد ادواتِ استفہام کو بیان کیا گیا ہے؛ نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حروفِ استفہام میں سے ہمزہ کن کن معانی میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ چنانچہ فرمایا کہ استفہام کسی نامعلوم شے کا علم، طلب کرنے کو کہتے ہیں اور حروفِ استفہام: ھمزہ، ھل، ما، من، متی، ایّان، کیف، این، کم اور أيٌّ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(د)مَنْ اور مَتٰی کا محل استعمال ملاحظہ ہو

مَنْ عقلاء کی تعیین کے لیے آتا ہے، جیسے: مَنْ فَتَحَ مصر اور مَتٰی تعیینِ زمانہ کے لیے آتا ہے، چاہے ماضی ہو یا مستقبل۔

محل امتحان نمبر (۲۰)، دروس البلاغہ: ص/۳۲

(ششماہی امتحان ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ مَايَلِي الْهَمْزَةَ وَيَكُوْنُ لَهُ مَعَادِلٌ يُذْكَرُ بَعْدَ أَمْ وَ تُسَمّٰى مُتَّصِلَةً؛ فَتَقُوْلُ فِي الْإِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ، "أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا أَمْ يُوْسُفُ؟" وَ عَنِ الْمُسْنَدِ "أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَمْ رَاغِبٌ فِيْهِ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) معادل وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور مسئول عنہ تصور میں وہ لفظ ہوتا ہے جو ہمزہ سے متصل ہو اور اس کا کوئی معادل ہوتا ہے جو "أم" کے بعد ذکر کیا جاتا ہے اور اس کو ام متصلہ کہا جاتا ہے چنانچہ تم کہتے ہو استفہام میں مسند الیہ کے متعلق "کیا تو نے اس کام کو کیا یا یوسف نے؟" اور مسند سے متعلق استفہام کے سلسلہ میں "کیا تمہیں اس کام میں اعراض ہے یا دلچسپی ہے؟"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) معادل وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ مطلب

یہاں پر مصنف علیہ الرحمہ نے ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ مسئول عنہ (جس کے متعلق دریافت کیا جارہا ہے) وہی واقع (وہی لفظ واقع ہوگا) تصور میں جو ہمزہ سے متصل ہوگا اور وہیں ام متصلہ کے بعد اس کا ایک معادل بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب سمجھئے کہ اگر مسند الیہ کے متعلق سوال کرتا ہو تو کہا جائیگا "أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا أَمْ يُوْسُفَ؟" تو یہاں پر "أَنْتَ" جو کہ مسند الیہ ہے اس کے متعلق دریافت کیا جارہا ہے اور ہمزہ سے اس متصل ہے اور اس کا معادل بھی ام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر مسند کے متعلق دریافت کرنا ہو تو کہا جائے گا "أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَمْ رَاغِبٌ فِيْهِ" تو یہاں پر رَاغِبٌ جو کہ مسند ہے اسے ذکر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے ہمزہ کو ذکر کیا گیا ہے لہٰذا یہ ہمزہ متصلہ ہے۔ اور یہاں پر اس کا معادل بھی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ راغِبٌ فِيْهِ یہ اسکا معادل ہے اور اسے ام متصلہ کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے، تو خلاصہ یہ ہے کہ تصور میں جو لفظ بھی ہمزہ سے متصل ہو وہی مسئول عنہ واقع ہوگا اور ام متصلہ کے بعد اس کا معادل بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

محل امتحان نمبر (۲۱)، دروس البلاغہ: ص/۳۳

(الف) عبارت بااعراب: وَ هَلْ تُسَمّٰى بَسِيْطَةً إِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شَيْءٍ فِيْ نَفْسِهٖ ... وَ مُرَكَّبَةً إِنِ اسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شَيْءٍ بِشَيْءٍ...

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) هَلْ بسیطہ اور مرکبہ کو اچھی طرح سے سمجھائیے (د) بتائیے کہ "ما" کس کے لیے آتا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

اور ہل کا نام رکھا جاتا ہے بسیطہ جب کہ اس سے فی نفسہٖ کسی چیز کے وجود کا سوال کیا جائے، اور مرکبہ کہیں گے اگر اس سے کسی شئ کے وجود کا سوال کیا جائے۔

(ج) هَلْ بسیطہ اور مرکبہ

هَلْ بسیطہ وہ هَلْ ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کے وجود کو طلب کیا جائے جیسے: "هَلْ العنقاء موجود" تو اس میں خالصتاً هَلْ کے وجود (عنقاء کے وجود کے) بارے میں پوچھا گیا ہے۔

اور ہل مرکبہ وہ هل ہے جس کے ذریعے ایک چیز کے وجود کا سوال کیا جائے کسی دوسری چیز کے لیے۔

جیسے: "هَلْ تبیض العنقاء أو تفرخ" تو یہاں پر صرف مسائل انڈے اور بچے کے وجود کے بارے میں سوال کر کے یہ بتانا چاہتا ہے کہ تناسل کے دو طریقے ہیں، اور ان میں سے کس طریقے سے وہ (عنقاء) کا وجود ہوتا ہے۔

(د) "ما" کس کے لیے آتا ہے؟

لفظ "ما" صرف اسم کی وضاحت کے لیے آتا ہے۔

محل امتحان نمبر (۲۲)، دروس البلاغہ: ص ۳۳/

(الف) عبارت بااعراب: ۳-وَمَا: يُطْلَبُ بِهَا شَرْحُ الْاِسْمِ نَحْوُ "مَاالْعَسْجَدُ" أو "اللُّجَيْنُ؟" أَوْ حَقِيْقَةُ الْمُسَمّٰى نَحْوُ "مَاالْاِنْسَانُ" أَوْ حَالُ الْمَذْكُوْرِ مَعَهَا كَقَوْلِكَ لِقَادِمٍ عَلَيْكَ "مَاأَنْتَ".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) عبارت کی اچھی طرح وضاحت کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور "مـــــا" اس کے ذریعہ اسم کی وضاحت مطلوب ہوتی ہے، جیسے "مَا الْعَسْجَدُ؟" (عسجد کیا چیز ہے؟) یا "مَا اللُّجَيْنُ؟" (لجین کیا چیز ہے؟) یا مسمّٰی کی حقیقت مطلوب ہوتی ہے، جیسے "مَا الْإِنْسَانُ؟" (انسان کی حقیقت کیا ہے؟) یا ما کے ذریعے اس کے ساتھ ذکر کی جانے والی چیز کا حال دریافت کیا جاتا ہے، جیسے تمہارے پاس آنے والے شخص سے تمہارا کہنا "ما أنت" (تمہارا کیا حال ہے؟)

(ج) عبارت کی اچھی طرح وضاحت ملاحظہ ہو

عبارت مذکورہ میں "مـا" اور دیگر حروفِ استفہام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کون کس معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "مـا" کے ذریعے کسی اسم کی وضاحت طلب کی جاتی ہے، مثلاً ایک شخص کو "عسـجد" اور "لـجین" کے معنیٰ نہیں معلوم ہیں تو لفظ "ما" سے ان کے معنیٰ کی تشریح اور مفہوم معلوم کرے گا، کہ لغت اور اصطلاح میں کس معنیٰ اور مفہوم کے لیے ان کو وضع کیا گیا ہے، لہٰذا جواب میں ایسا لفظ ذکر کیا جائے گا جو اس سے زیادہ مشہور ہو، مثلاً کہا جائے گا: "العسجدُ هُوَ الذَّهبُ" (عسجد سونے کو کہتے ہیں) "واللُّجينُ هُوَ الفِضَّةُ" (لجین چاندی کو کہتے ہیں) یا "ما" کے ذریعے مسمّٰی کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، جیسے "مـا الإنْسَـانُ" (انسان کی حقیقت کیا ہے؟) لہٰذا اس کے جواب میں "حَيَـوَانٌ نَاطِقٌ" کہا جائے گا؛ کیونکہ یہی انسان کی حقیقت ہے، یا ما کے ساتھ ذکر کی جانے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

والی چیز کی کیفیت و حالت معلوم کی جاتی ہے، جیسے کہ تمہارے پاس آنے والے شخص سے تمہارا یہ پوچھنا "ما أنت" (تم کیسے ہو؟) یہ ما کیف کے معنیٰ میں ہے۔

محل امتحان نمبر (۲۳)، دروس البلاغہ: ص/۳۴

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَأَيَّانَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ خَاصَّةً وَتَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعِ التَّهْوِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ". وَ كَيْفَ: يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الْحَالِ نَحْو "كَيْفَ أَنْتَ"، وَأَيْنَ: يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الْمَكَانِ نَحْو "أَيْنَ تَذْهَبُ"، وَ أَنّٰى: تَكُوْنُ بِمَعْنٰى كَيْفَ نَحْو "أَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" و بِمَعْنٰى مِنْ أَيْنَ نحو "يَامَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا" وَ بِمَعْنٰى مَتٰى نحو ذُرْ أَنّٰى شِئْتَ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح بوضاحت لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور "أَيَّان" اس کے ذریعے خاص طور پر زمانۂ مستقبل کی تعیین ہوتی ہے اور وہ ہولناک جگہوں میں استعمال ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی"۔ اور "کیف" کہ اس کے ذریعے حالت کی تعیین مطلوب ہوتی ہے۔ جیسے آپ کیسے ہیں۔ اور "أَيْنَ" کہ اس کے ذریعے مکان کی تعیین مقصود ہوتی ہے، جیسے آپ کہاں جارہے ہیں۔ اور "أَنّٰى" یہ کبھی کیف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسے اللہ کیسے اس قریہ والوں کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرے گا اور کبھی "مِنْ أَيْنَ" کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسے اے مریم! تُو یہ پھل کہاں سے لائی۔ اور کبھی "متی" کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسے جب چاہو آؤ۔

(ج) تشریح

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروفِ استفہام کے کچھ الفاظ کے معنیٰ (وہ کس معنیٰ میں مستعمل ہے) بیان کررہے ہیں؛ چنانچہ فرمایا کہ "أَيَّانَ" کے ذریعے زمانہ مستقبل کی تعیین مطلوب ہوتی ہے یعنی خاص طور پر اس کا استعمال مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ اس کا استعمال کس عظیم اور ہولناک مقام میں مستعمل ہوتا ہے، جیسے: "يَسْئَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ" کہ یہاں پر جو کہ قیامت ایک ہولناک شئ ہے اس کے بارے میں أَيَّانَ کے ذریعہ سوال کیا گیا ہے۔

(۲) ایک لفظ ہے "كَيْفَ" لفظ "کیف" کے ذریعے کسی کی حالت دریافت کی جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے "كيف أنت" (آپ کیسے ہیں)

(۳) ایک لفظ ہے "أَيْنَ" اور أَيْنَ کے ذریعے جگہ کی تعیین کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے جیسے "أين تذهب" تو یہاں پر أين جگہ کی تعیین کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آدمی اس کا جواب دیتا ہے تو وہ کہتا ہے "إلى المسجد، إلى الفصل إلى السُّوقِ تو یہ اِس بات پر دلالت کررہا ہے کہ لفظ أَيْنَ مکان کی تعیین کے لیے ہوتا ہے۔

(۴) ایک لفظ ہے "أَنّٰى" اور لفظ أَنّٰى بہت سارے معانی میں مستعمل ہے کبھی تو "أَنّٰى"، "کیف" کے معنیٰ میں ہوتا ہے یعنی اس کے ذریعے بھی حالت دریافت کی جاتی ہے؛ لیکن أَنّٰى جب "کیف" کے معنیٰ ہوگا تو اس وقت بعد "أَنّٰى" فعل ضروری ہوگا جبکہ لفظ "کیف" کے ساتھ فعل کا لانا ضروری نہیں۔

اور کبھی "مِنْ أَيْنَ" کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور اس وقت یہ اسم اور حرف کے معنیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کو متضمن ہوگا اور اس کے ساتھ فعل لانا ضروری نہیں ہے جیسے یَامَرْیَمُ أَنّٰی لَکِ هٰذَا تو مثال مذکور میں "أَنّٰی" کے بعد فعل نہیں ہے جیسا کہ مثال میں ہے تو یہاں پر یہ "مِنْ أَیْنَ" کے معنیٰ کو شامل ہوگا۔ اور کبھی یہ متی کے معنیٰ میں ہوگا تو اس وقت فعل کا لانا ضروری ہے جیسے: زُرْ انّٰی شِئْتَ، جب چاہو آؤ (جس زمانے میں چاہو آؤ) تو یہاں پر فعل کا استعمال ہوگا أَنّٰی کے بعد۔

محل امتحان نمبر (۲۴)، دروس البلاغہ: ص/۳۵

(داخلۂ امتحان ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَ أَمَّا التَّمَنِّي فَهُوَ طَلَبُ شَيْءٍ مَحْبُوْبٍ لَايُرْجٰى حُصُوْلُهُ لِكَوْنِهِ مُسْتَحِيْلًا أَوْبَعِيْدَ الْوُقُوْعِ كَقَوْلِهِ ؎

أَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ يَوْمًا
فَأُخْبِرَهُ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيْبُ

وَقَوْلُ الْمُعْسِرِ، لَيْتَ لِيْ أَلْفَ دِيْنَارٍ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے (د) شعر کی ترکیب کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور بہر حال تمنی تو وہ کسی ایسی شی محبوب کو طلب کرنا ہے جس کے حصول کی اُمید نہیں کی جاتی اس کے محال ہونے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس کا وقوع بعید ہے،

اے کاش! جوانی کسی دن لوٹ آتی، تو میں اس کو بتلا دیتا وہ جو بڑھاپے نے کیا۔ اور جیسے تنگ دست کا قول: کاش کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہوتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) مطلب

اس عبارت میں تمنی کو بیان کیا گیا ہے، تمنی کے لغوی معنیٰ مطلقاً آرزو کے ہیں اور اصطلاح میں کسی ایسی محبوب چیز کے طلب کرنے کو کہتے ہیں، جس کے حاصل ہونے کی اُمید نہ ہو، یا تو اس وجہ سے کہ (۱) اس کا حاصل ہونا محال ہے (۲) اور یا تو اس وجہ سے کہ اس کا حاصل ہونا ممکن ہے متوقع ہے؛ لیکن بعید ہے۔ جس کی وجہ سے حاصل ہونے کی اُمید نہیں ہے۔

جیسے شاعر کا شعر تو شعر یہ پہلے کی مثال ہے، مذکورہ مثال میں محل استشہاد "شباب" ہے کہ شاعر نے اس کی تمنا کی ہے، فطرت کے خلاف ہے، لہٰذا یہ صرف شاعر کی تمنا ہے اور کچھ نہیں۔ اور "لیت لي ألف دینارٍ" یہ دوسرے کی (بعید الوقوع) کی مثال ہے کہ اسے اتنا روپیہ تو مل سکتا ہے؛ لیکن ملنا محال ہے۔

(د) شعر کی ترکیب

أَلا حرفِ تنبیہ، لیت حرفِ مشبہ بالفعل، الشباب اسم، "یعود یومًا" فعل فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر "لیت" کی أخبر منصوب ہے، إن مقدرہ کی وجہ سے "ہٗ" مفعول "ما" کو اگر مصدریہ مانیں تو بتاویل مصدر ہو کر أخبر کا دوسرا مفعول بنے گا، اسی طرح سے "ما" کو اگر معصوم مانیں گے تو بھی۔

محل امتحان نمبر (۲۵)، دروس البلاغہ: ص/۳۸

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: إِذَا أُرِيْدَ إِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَأَيُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْهِ فَالْأَصْلُ ذِكْرُهٗ، وَ أَيُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلَامِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لِدَلَالَةِ بَاقِيْهِ عَلَيْهِ، فَالْأَصْلُ حَذْفُهُ، وَإِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْأَصْلَانِ، فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضَى أَحَدِهِمَا إِلٰى مُقْتَضَى الْآخَرِ إِلَّا لِدَاعٍ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مختصر انداز میں مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہو، تو جو لفظ دلالت کرے ایسے معنیٰ پر جو اس میں ہے تو اصل اس کا ذکر کرتا ہے، اور جو لفظ جان لیا جائے کلام سے، کلام کے بقیہ حصہ کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کا حذف کرنا ہے، اور جب یہ دونوں اصل ایک دوسرے سے معارض ہو جائیں تو ان میں سے ایک کے مقتضا سے دوسرے کے مقتضا کی طرف عدول نہیں کیا جائے گا؛ مگر کسی عارض کی وجہ سے۔

(ج) مختصر انداز میں مطلب

یہاں مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ کس جگہ عبارت کو ذکر کرنا مناسب ہے اور کس جگہ حذف کرنا مناسب ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب متکلم مخاطب کو کسی حکم کا فائدہ پہنچائے تو جو لفظ اس معنیٰ کو بتلائے اسی کا ذکر کرنا اصل ہے اور جو معنیٰ کلام سے واضح اور ظاہر ہو اس طور پر کہ کلام کے مابقیہ الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں تو اصل اب حذف کرنا اس لفظ کو یہ دونوں قاعدے اور ضابطے ہوئے؛ لیکن جب یہ دونوں اصل ایک دوسرے کے معارض ہو جائیں اس طور پر کہ ایک تقاضہ کرے ذکر کا اور ایک حذف کا تو اب ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی طرف عدول نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ اگر عدول کریں تو پھر ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو راجح قرار دینا ہوگا اور یہ ترجیح بلا مرجح ہے جو کہ جائز نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہاں اگر کوئی ایسا سبب ہو جو ترجیح کا تقاضہ کرتا ہو تو پھر وہاں پر اس کی طرف عدول جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

محل امتحان نمبر (۲۶)، دروس البلاغہ: ص/۳۹

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالتَّسْجِيْلُ عَلَى السَّامِعِ حَتّٰى لَايَتَأَتّٰى لَهُ الْإِنْكَارُ كَمَا إِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِشَاهِدٍ: هَلْ أَقَرَّ زَيْدٌ هٰذَا بِأَنَّ عَلَيْهِ كَذَا فَيَقُوْلُ الشَّاهِدُ "نَعَمْ زَيْدٌ هٰذَا أَقَرَّ بِأَنَّ عَلَيْهِ كَذَا".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور سامع پر بات کو پختہ کرنا تا کہ اس کے لیے انکار کی گنجائش نہ رہ سکے، جیسے کہ جب حاکم کسی گواہ سے پوچھے "کیا زید نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس کے ذمہ اتنا ہے" تو گواہ کہے "ہاں! زید نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس کے ذمے اتنا ہے"۔

(ج) مطلب

یہاں سے کہہ رہے ہیں کہ سامع کے کلام کو پختہ کرنے کے لیے کبھی ذکر کرتے ہیں جیسے مثال مذکور میں محل استشہاد دوسرا "زید" ہے جو کہ اسم ظاہر ہے حالانکہ حاکم کے سوال میں لفظ موجود تھا تو جواب میں صرف نعم کہہ دیتے تو ہو جاتا؛ لیکن کلام کو پختہ کرنے کے لیے ذکر کر دیئے ہیں تا کہ سامع بعد میں انکار نہ کر سکے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۲۷)، دروس البلاغہ: ص ۴۳

(الف) عبارت بااعراب: أَمَّا الضَّمِيْرُ: فَيُؤْتٰى بِهٖ لِكَوْنِ الْمَقَامِ لِلتَّكَلُّمِ أَوِ الْخِطَابِ أَوِ الْغَيْبَةِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ أَنَا رَجَوْتُكَ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ وَأَنْتَ وَعَدْتَّنِيْ بِاِنْجَازِهٖ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) مختصر مطلب لکھیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

بہر حال ضمیر: تو اس کو لایا جاتا ہے اختصار کے ساتھ مقام کے تکلم یا خطاب یا غیبت ہونے کی وجہ سے جیسے میں نے تم سے اس معاملے میں اُمید کی تھی اور تم نے اس کے پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

(ج) مختصر مطلب

یہاں سے مصنف بتلا رہے ہیں کہ معرفہ کی سات قسموں میں سے ایک قسم ضمیر ہے اور ضمیر کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ ضمیر کو کیوں لایا جاتا ہے تو فرمایا کہ ضمیر کو اس لیے لایا جاتا ہے، تاکہ اس سے اختصار ہو، جیسے مثال مذکور میں ایک جگہ ضمیر متکلم اور ایک جگہ ضمیر مخاطب کا ذکر کیا ہے اور اس سے کلام مختصر ہو گیا اور اگر اس جگہ اسم ظاہر استعمال کرتے تو طوالت پیدا ہو جاتی۔

محل امتحان نمبر (۲۸)، دروس البلاغہ: ص ۴۴

(الف) عبارت بااعراب: كَإِظْهَارِ الْاِسْتِغْرَابِ نَحْوُ ؎

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ أَعْيَتْ مَذَاهِبُهٗ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وَ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقًا
هٰذَا الَّذِيْ تَرَكَ الْأَوْهَامَ جَائِرَةً

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) محل استشہاد متعین کر کے تشریح کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

جیسے ندرت کے اظہار کے لیے: کتنے ہی عقلمندوں کو تھکا دیا ہے ان کے رزق کے راستوں نے، اور کتنے جاہل ایسے ہیں جن کو تم خوش حال پاؤ گے ہر وہ چیز ہے جس نے عقل مندوں کو تھکا دیا ہے۔

(ج) محل استشہاد اور تشریح

اس شعر میں محلِ استشہاد "هٰذا الذي ترك الأوهام" ہے، اس طور پر کہ شاعر نے غرابت اور ندرت کے اظہار کے لیے اسم اشارہ کو استعمال کیا ہے، اِس طور پر ندرت کا اظہار ہے کہ عجیب بات ہے کہ عقل مند ذریعۂ معاش کے لیے سرگرداں و پریشان ہیں جب کہ جاہل خوش کرم ہے اور جاہل کو ہر چیز بآسانی مہیا ہے، اسی چیز نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

محل امتحان نمبر (۲۹)، دروس البلاغہ: ص/۴۶

(الف) عبارت با اعراب: وَإِذَا وَقَعَ الْمُحَلّٰى بِأَلْ خَبَرًا أَفَادَ الْقَصْرَ نَحْوُ "وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

اور جب معرفہ بالف لام خبر واقع ہوتو حصر کا فائدہ دے گا ''وہی بخشنے والا ہے اور محبت کرنے والا ہے۔''

(ج) مطلب

یہاں سے مصنف فرمارہے ہیں کہ اگر معرف باللام خبر واقع ہوتو یہ خبر مبتدا میں حصر میں فائدہ دے گی جیسے مثالِ مذکور میں: ''الغفور'' اور ''الودود'' خبر واقع ہے جو کہ معرفہ ہیں تو اب یہ حصر کا فائدہ دے گی کہ وہی سب سے بڑا بخشنے والا ہے اور وہی سب سے بڑا محبت کرنے والا ہے۔

محل امتحان نمبر (۳۰)، دروس البلاغہ: ص/۴۸

(داخلہ امتحان ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَأَمَّا النَّكِرَةُ: فَيُؤتَى بِهَا إِذَالَمْ يُعْلَمْ لِلْمَحْكِي عَنْهُ جِهَةُ تَعْرِيفٍ، كَقَوْلِكَ "جَاءَ هٰهُنَا رَجُلٌ" إِذَا لَمْ يُعْرَفْ مَايُعَيِّنُهُ مِنْ عَلَمٍ أَوْصِلَةٍ أَوْنَحْوِهِمَا.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور بہر حال نکرہ: تو اس کو لایا جاتا ہے جبکہ محکی عنہ کے بارے میں کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تعریف کی جہت معلوم نہ ہو، جیسے: یہاں ایک آدمی آیا، جب کہ کوئی ایسی جہت علم یا صلہ یا ان دونوں کے علاوہ میں سے معلوم نہ ہو جو اس کو متعین کرے۔

(ج) مطلب

اس عبارت میں نکرہ کے استعمال کے بارے میں مصنف نے بتایا ہے کہ نکرہ اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ محکی عنہ (مسندالیہ) کے بارے میں کوئی بھی تعریف کی جہت معلوم نہ ہو جیسے مثال میں ''رجل'' کو اس لیے نکرہ لایا ہے کہ متکلم کو اس کے بارے میں تعریف کی کوئی جہت معلوم نہیں ہے جس سے اس کا انکا کم ہو جائے۔ اگر متکلم کو صلہ یا اور دوسری کوئی تعریف کی جہت معلوم ہوتی تو پھر اس میں تخصیص ہو جاتی۔

محل امتحان نمبر (۳۱)، دروس البلاغہ: ص ۵۲/

(ششماہی امتحان ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِي الْمُضِيِّ وَلِذَا يَلِيهَا الْفِعْلُ الْمَاضِي، نَحْوُ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَنفَسِهِمْ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجئے (ج) مطلب لکھئے (د) إنْ اور إذا کے استعمال کا محل لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور ''لو'' شرط کے لیے ہے ماضی میں اور اسی وجہ سے فعل ماضی اس سے متصل ہوتا ہے جیسے اور اگر اللہ جان لیتا ان میں کوئی خیر تو ان کو سننے کی توفیق دیتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) مطلب

مصنف فرماتے ہیں کہ ''لو'' ماضی کے لیے ہے یعنی ماضی ہی کی خبر دے گا اسی وجہ سے لو کا مدخول صرف ماضی ہے جیسے آیتِ مذکورہ میں ''لو'' فعل ماضی پر داخل ہے اور مطلب ہے کہ اگر ماضی میں خیر کا ثبوت ہوتا تو انہیں سماع کی توفیق ہوتی۔

(د) إنْ اور إذا کے استعمال کا محل

یہ دونوں شرط کے لیے مستعمل ہیں اور یہ دونوں استقبال میں شرط کے لیے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ''إنْ'' میں شرط کا وقوع غیر یقینی ہے اور ''إذا'' میں اس کے برخلاف ہے۔

محل امتحان نمبر (۳۲)، دروس البلاغہ: ص/۵۴

(الف) عبارت با اعراب: وَالتَّوْكِيْدُ: يَكُوْنُ لِلتَّقْرِيْرِ وَدَفْعِ تَوَهُّمِ التَّجَوُّزِ أَوِ السَّهْوِ أَوْعَدَمِ الشُّمُوْلِ نَحْوُ: زَارَنِي الْأَمِيْرُ نَفْسُهُ.

(الف) اعراب لگایئے (ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور تاکید: ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے اور مجاز کے وہم کو دُور کرنے کے لیے، یا سہو کو دُور کرنے کے لیے یا حکم کے عام نہ ہونے کے حکم کو دُور کرنے کے لیے جیسے امیر نے خود مجھ سے ملاقات کی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) مطلب

اِس عبارت میں مصنفؒ نے تاکید کے لانے کے مختلف مقاصد کو ذکر کیا گیا ہے مثلاً تاکید کے ذریعہ متبوع کے حکم کو پختہ کرنا، یا معنیٰ مجازی کے وہم کو دُور کرنا، اور متبوع میں سہو واقع ہونے کے وہم کو دُور کرنا، اور اسی طرح سے متبوع کے حکم کو بحیثیت شمول پختہ کرنے اور حکم کے عام نہ ہونے کے وہم کو دُور کرنے کے لیے ہوتی ہے جیسے مثال مذکور میں محل استشہاد لفظ "نفسہ" ہے جو اِس بات کو بھی بتلا رہا ہے کہ امیر ہی نے مجھ سے ملاقات کی، اور اسی طرح سے یہ بھی احتمال ختم ہوگیا ہے کہ امیر کے قاصد نے ملاقات کی ہو "نفسہ" کہہ کر ان سب احتمال کو بھی ختم کردیا؛ بلکہ امیر نے بذاتِ خود ملاقات کی ہے۔

محل امتحان نمبر (۳۳)، دروس البلاغہ: ص/۵۵

(امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَكُلٌّ مِنْهُمَا يَنْقَسِمُ إِلٰى قَصْرِ صِفَةٍ عَلٰى مَوْصُوْفٍ نَحْوُ "لَافَارِسَ إِلَّا عَلِيٌّ" وَقَصْرِ مَوْصُوْفٍ عَلٰى صِفَةٍ نَحْوُ "وَمَامُحَمَّدٌ إِلَّارَسُوْلٌ" فَيَجُوْزُ عَلَيْهِ الْمَوْتُ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) ترتیب وار اس طرح تشریح کریں کہ ہر ہر جزء اور ہر ہر مثال واضح ہوجائے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور ان دونوں میں سے ہر ایک منقسم ہوتا ہے قصر صفت علی الموصوف کی طرف، جیسے: "علی کے علاوہ شہ سوار نہیں ہے" اور قصر موصوف علیٰ صفت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کی طرف، جیسے محمد تو صرف رسول اللہ ہیں، لہٰذا ان پر موت طاری ہوگی۔

(ج) ترتیب وار تشریح اور ہر ہر جزء اور ہر ہر مثال کی وضاحت

اس عبارت میں مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر حقیقی اور قصر اضافی میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تو گویا اب چار قسمیں ہو گئیں۔

(۱) موصوف کا صفت پر قصر حقیقی، یعنی موصوف میں اس صفت کے علاوہ کوئی دوسری صفت نہ پائی جائے جیسے: "مَا زَيْدٌ إِلَّا كَاتِبٌ" یعنی زید میں صفتِ کتاب کے علاوہ کوئی اور صفت نہ پائی جائے۔

(نوٹ): یہ مثال فرضی ہے حقیقی نہیں۔

(۲) موصوف کا صفت پر قصر اضافی یعنی موصوف کو ایک صفت کے ساتھ کسی دوسری صفت کا اعتبار کرتے ہوئے خاص کرنا (مقابلہ کے اعتبار سے) چاہے اس کے اندر کوئی اور بھی صفات پائے جائیں مثلاً "لَا فَارِسٌ إِلَّا عَلِيٌّ" میں۔ ایک آدمی ہے وہ علی کو شہ سواری اور صفتِ کتابت دونوں سے متصف سمجھتا ہے تو کہنا صحیح ہے "لا فارس إلّا عليٌّ" یہاں پر علی کو شہ سواری کے صفت کے ساتھ متصف کیا ہے حصر کیا ہے؛ مگر صفتِ کتابت کے اعتبار سے چاہے زید کے اندر کتابت کے اور بھی بہت ساری صفتیں پائی جاتی ہیں۔

اسی طرح سے "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ" میں جب آپ کے وصال پر صحابہ متعجب ہوئے تو صحابہ نے آپ کے لیے دو صفتیں ثابت کیں (۱) رسالت (۲) تبرّی عن الموت تو اللہ نے آپ کو صفتِ رسالت پر منحصر کیا اور کہا کہ محمد رسول ہی ہیں، صفت تبری عن الموت ان کے اندر نہیں، لہٰذا حیرانی نہیں ہونی چاہئے۔

(۳) صفت کا موصوف پر قصر حقیقی: یعنی وہ صفت موصوف کے علاوہ دوسرے موصوف میں نہ پائی جائیں گرچہ موصوف میں اس صفت کے علاوہ دوسرے صفت ہوں جیسے لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ میں صفتِ غیب صرف اللہ کے لیے ہے، گرچہ اللہ کے اندر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کے ماسوا اور بھی صفت ہیں۔

(۴) صفت کا موصوف پر قصر اضافی یعنی صفت کسی موصوف کے ساتھ دوسرے موصوف کے مقابلہ میں پائی جائے خواہ خواہ یہ صفت اس موصوف کے علاوہ دوسرے موصوف میں پائی جائے یا نہیں، جیسے لافارسَ إلّا علي میں جو خیال رکھتا ہو کہ علی کے علاوہ راشد بھی شہ سوار ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں؛ کیونکہ ان میں اس کی نفی مقصود نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ علی کے علاوہ اور بھی بہت سارے شہ سوار ہوں۔

محل امتحان نمبر (۳۴)، دروس البلاغہ: ص/۵۵

(ششماہی امتحان ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْقَصْرُ الْإِضَافِيُّ يَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ إِلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) تشریح کرتے ہوئے قصر کی تینوں قسموں کی تعریف مع مثال سمجھائیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور قصر اضافی مخاطب کی حالت کے اعتبار سے تین قسموں میں منقسم ہوتی ہے۔

(ج) تشریح اور قصر کی تینوں قسموں کی تعریف مع مثال

یہاں پر مصنف فرماتے ہیں کہ مخاطب کی حالت کے اعتبار سے قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں: (۱) قصر افراد، (۲) قصر قلب (۳) قصر تعیین۔ قصر افراد کا مطلب یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مخاطب شرکت کا ارادہ رکھے اور متکلم کسی ایک شئ پر منحصر کردے، جیسے جو گمان کرتا ہے کہ زید اور عمر دونوں بیٹھے ہیں تو اس سے کہنا کہ صرف زید ہی بیٹھا ہے، تو متکلم نے شرکت کا گمان ختم کردیا۔ (ماقاعدٌ إلّا زیدٌ).

قصر قلب یہ ہے کہ مخاطب متکلم کے خلاف خیال رکھے مثلاً کوئی خیال کرتا ہے کہ خالد کھڑا ہے، تو اس سے کہے کہ نہیں؛ بلکہ زید ہی کھڑا ہے (مَاقَائِمٌ إِلَّا زَيْدٌ).

قلب بمعنیٰ پلٹنا ہے؛ کیونکہ اس نے مخاطب کے خیال کو پلٹ دیا۔ قصر تعیین یہ ہے کہ مخاطب متردد ہو تو وہاں پر متعین کردے مثلاً وہ نہیں جانتا کہ زید بیٹھا ہے یا خالد تو ایک کو متعین کردے کہ زید ہی بیٹھا ہے (مَاقَاعِدٌ إِلَّا زَيْدٌ). چونکہ متکلم نے ایک کو متعین کیا ہے اس لیے یہ قصر تعیین ہے۔

محل امتحان نمبر (۳۵)، دروس البلاغہ: ص/۵۶

(الف) عبارت بااعراب: مَوَاضِعُ الْوَصْلِ بِالْوَاوِ، يَجِبُ الْوَصْلُ فِي مَوْضِعَيْنِ.

(الف) اعراب لگائیں (ب) ترجمہ کریں (ج) واؤ کے ذریعہ وصل کی دو جگہوں میں سے ایک کو بیان کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

وصل کے مواضع واؤ کے ذریعہ، وصل دو جگہوں میں ضروری ہے۔

(ج) واؤ کے ذریعہ وصل کی دو جگہوں میں سے ایک کا بیان

یہاں سے فرماتے ہیں کہ واؤ کے ذریعہ وصل اور کے کچھ مواقع ہیں، سب سے پہلے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وصل کو بیان کر رہے ہیں کہ وصل دو جگہوں میں واؤ کے ذریعہ واجب ہے (۱) جب دونوں جملے خبریہ ہوں یا انشائیہ ہوں اور دونوں کے درمیان کوئی مناسب تامہ ہو، اور عطف سے مانع نہ ہو تو وصل ضروری ہے جیسے: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ، وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ. آیتِ شریفہ میں دونوں جملے، جملہ خبریہ ہیں اور دونوں کے مسندالیہ یعنی ''ابرار'' اور ''فجار'' کے درمیان عطف کیا گیا ہے، تضاد کی نسبت کی وجہ سے کہ ''ابرار'' ''فجار'' کا غیر ہے۔

محل امتحان نمبر (۳۶)، دروس البلاغہ: ص/۵۹

(داخلہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: كُلُّ مَايَجُوْلُ فِي الصَّدْرِ مِنَ الْمَعَانِي يُمْكِنُ أَنْ يُعَبَّرَ عَنْهُ بِثَلَاثِ طُرُقٍ.

(الف) اعراب لگائیں (ب) ترجمہ کریں (ج) عبارت کا مطلب بیان کر کے تینوں طریقوں کو لکھیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

ہر وہ معانی جو دل میں آتے ہیں ان کو تین طریقوں سے تعبیر کرنا ممکن ہے۔

(ج) عبارت کا مطلب اور تینوں طریقیں

مصنف اس عبارت میں فرمانا چاہتے ہیں کہ کلام کو ادا کرنے کے، اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے تین طریقے ہیں: (۱) مساوات۔ مساوات کہتے ہیں کہ معنیٰ مقصود کے بقدر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الفاظ ہوں، یعنی جتنے سے معنیٰ ادا ہو جائیں، اتنے ہی الفاظ ہوں اس سے زائد نہ ہوں۔

(۲) ایجاز ہے: ایجاز یہ ہے کہ معنیٰ مقصود سے کم الفاظ ہوں یعنی الفاظ معنیٰ مقصود سے کم ہوں؛ لیکن مقصود مکمل طور پر اتنے ہی الفاظ سے واضح ہو جائیں۔

(۳) اطناب: اطناب یہ ہے کہ الفاظ معنیٰ مقصود سے زیادہ ہوں؛ لیکن یہ زیادتی کسی فائدے کے لیے ہو۔

محل امتحان نمبر (۳۷)، دروس البلاغہ: ص/۵۹

(سالانہ امتحان ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ۲-وَالْإِيْجَازُ: وَهُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْهُ مَعَ وَفَائِهَا بِالْغَرَضِ نَحْوُ ع "قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَ مَنْزِلِ"

فَإِذَا لَمْ تَفِ بِالْغَرَضِ سُمِّيَ إِخْلَالًا كَقَوْلِهٖ ؎

وَ الْعَيْشُ خَيْرٌ فِيْ ظِلَا لِ النَّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا

مُرَادُهٗ أَنَّ الْعَيْشَ الرَّغَدَ فِيْ ظِلَالِ الْحُمْقِ خَيْرٌ مِنَ الْعَيْشِ الشَّاقِّ فِيْ ظِلَالِ الْعَقْلِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) عبارت کی تشریح کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

۲-ایجاز اور وہ معنیٰ کو اس سے کم عبارت میں ادا کرنا ہے اس عبارت کے مقصد کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ، جیسے ع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فقا نبک من ذکریٰ حبیب و منزل

''اے دونوں ساتھیوں ٹھہر جاؤ! ہم محبوب اور منزلِ محبوب کی یاد میں رولیں''

لیکن اگر وہ عبارت غرض کو پوری نہ کرے، تو اس کو اخلال کہتے ہیں، جیسے شاعر کا شعر ؎

وَ الْعَیْشُ خَیْرٌ فِیْ ظِلَا لِ النَّوْکِ مِمَّنْ عَاشَ کَدَّا

''زندگی بے وقوفی کے سائے میں بہتر ہے اس شخص کی زندگی سے جو مشقت کے ساتھ زندگی بزارے۔''

شاعر کی مراد یہ ہے کہ آرام وسکون کی زندگی حماقت کے سائے میں بہتر ہے عقل کے سائے میں تکلیف دہ زندگی سے۔

(ج) عبارت کی تشریح

الإیجاز وھو تأدیۃ المعنیٰ: یہاں سے دوسرے طریقے یعنی ایجاز کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ ایجاز یہ ہے کہ الفاظ معنیٰ مقصود سے کم ہوں؛ لیکن مقصود مکمل طریقے سے واضح ہوجائے، یعنی وہی مختصر عبارت معنیٰ مقصود کو ادا کرنے کے لیے کافی ہو، جیسے: ''قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ و مَنْزِلِ'' اے دونوں ساتھیو! ٹھہر جاؤ ہم محبوب اور منزلِ محبوب کی یاد میں رولیں۔

مثالِ مذکور میں الفاظ تو معنیٰ مقصود سے کم ہیں اسطریقے کہ ''یارفیقای'' وغیرہ جیسے الفاظ شروع میں نہیں ذکر کیے گئے ہیں، جبکہ شاعر نے اپنے دوساتھیوں کو مخاطب کرکے یہ کہا ہے؛ لیکن ''قفا'' تثنیہ کا صیغہ ذکر کردیا ہے تاکہ دونوں پر دلالت ہوجائے، ایسے ہی ''ومنزلِ'' کے بعد ''منزل حبیب'' تھا؛ مگر وہاں بھی ''حبیب'' کو ذکر نہیں کیا؛ اس لیے کہ پہلا ''حبیبٌ'' اس پر دلالت کررہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ کے اختصار کے باوجود معنیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مقصود مکمل طریقے سے ادا ہو رہے ہیں۔

اور اگر عبارت معنیٰ مقصود سے کم ہو اور معنیٰ مقصود اس سے واضح نہ ہو؛ بلکہ اس کو سمجھنے کے لیے تکلف اور غور وفکر کی ضرورت ہو تو اس کا نام اخلال ہے، جیسے:

وَ الْعَيْشُ خَيْرٌ فِي ظِلَا لِ النَّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَدَّا

لغات: عَاشَ يَعِيْشُ عَيْشًا (ض) آرام کے ساتھ زندگی گزارنا، رِلَالٌ (واحد) ظِلٌّ سایہ، نَوِكَ يَنْوَكُ نَوَكًا (س) بے وقوف ہونا، كَدَّ يَكُدُّ كَدًّا (ن) محنت کرنا، مشقت اُٹھانا۔

ترکیب: واو مستانفہ، "العیش" مبتدا "خَيْرٌ" صیغۂ صفت "في" جار "ظلال النوک" مجرور، جار با مجرور متعلق اوّل بہ خیرٌ، من حرفِ جار، من موصولہ، عاش فعل ضمیر فاعل ذوالحال، كَدًّا بتاویل اسم فاعل حال، ذوالحال با حال فاعل فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ شدہ صلہ، موصول با صلہ مجرور شدہ متعلق ثانی، خیرٌ بہ ہر دو متعلق خبر مبتدا، مبتدا با خبر جملہ اسمیہ خبری۔

شعر مذکور سے شاعر کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ جہالت کی وہ زندگی جس میں خوش حال ہو اس زندگی سے بہتر ہے جس میں علم کے ساتھ تنگ دستی ہو، یعنی خوش حال جاہل کی زندگی تنگ دست عالم کی زندگی سے بہتر ہے؛ مگر یہ مطلب شعر مذکور کے الفاظ سے مکمل طریقے سے نہیں سمجھا جا رہا ہے؛ اس لیے کہ یہی معنیٰ نثر میں ان الفاظ میں ادا کیے گئے ہیں: إن العيش الرَّغَدَ في ظلال الحمق خيرٌ من العيش الشاق في ظلال العقل" اور شعر میں "العیش" کی صفت "الرغد" اور "ممن عاش كدًّا" کی قید "في ظلال العقل" موجود نہیں ہے اور نہ ہی ان الفاظ محذوفہ پر دلالت کرنے کے لیے کوئی قرینہ ہے، اسی وجہ سے مقصود واضح نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۳۸)، دروس البلاغہ: ص/۶۰

(الف) عبارت با اعراب: وَمِنْ دَوَاعِي الْإِيْجَازِ تَسْهِيْلُ الْحِفْظِ، وَتَقْرِيْبُ الْفَهْمِ، وَضِيْقُ الْمَقَامِ، وَالْإِخْفَاءُ، وَدَفْعُ سَامَةِ الْمُحَادَثَاتِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) تشفی بخش تشریح کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

ایجاز کے اسباب میں سے یہ ہے کہ ”حفظ کا آسان ہونا، فہم کے قریب ہونا، مقام کا تنگ ہونا، اخفاء اور گفتگو میں اکتاہٹ سے بچنا“۔

(ج) تشفی بخش تشریح

اس عبارت میں مصنف سببِ ایجاز کو بیان کر رہے ہیں، فرمایا کہ ایجاز کا ایک سبب تسہیل حفظ ہے؛ کیونکہ مختصر بات جلد یاد ہو جاتی ہے (۲) سبب یہ ہے کہ سمجھنے میں قریب کرنا؛ کیونکہ مختصر بات کو آدمی جلد سمجھ جاتا ہے (۳) سبب یہ ہے کہ موقع ومحل کا تنگ ہونا؛ کیونکہ تنگیٔ مقام کے وقت آدمی طویل گفتگو سے عاجز رہتا ہے (۴) سبب یہ ہے کہ اخفاء یعنی بات کو مختصر اس لیے کیا جاتا ہے کہ سارے لوگ اس سے واقف ومطلع نہ ہو جائیں؛ بلکہ بات وہیں تک محدود رہے جنھیں وہ متنبہ کرنا چاہتا ہے (۵) سبب یہ ہے کہ گفتگو میں اُکتاہٹ سے بچنا، مختصر گفتگو کی جاتی ہے تاکہ سامع نہ اُکتائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۳۹)، دروس البلاغہ: ص/۶۰

(الف) عبارت بااعراب: وَمِنْ دَوَاعِي الْإِطْنَابِ تَشْبِيْتُ الْمَعْنٰى، وَتَوْضِيْحُ الْمُرَادِ، وَالتَّوْكِيْدُ، وَدَفْعُ الْإِبْهَامِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کریں (ج) عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اطناب کے اسباب میں سے معنیٰ کو راسخ کرنا، مراد کا واضح کرنا، کلام کو تاکید سے مؤکد کرنا، اور ابہام کو دُور کرنا۔

(ب) تشریح

اطناب کے اسباب میں سے ہے ''معنیٰ کو پختہ کرنا''؛ کیونکہ جب آدمی طویل گفتگو کرتا ہے تو مخاطب کے دل میں معنیٰ ثابت اور راسخ ہو جاتا ہے۔

(۲) سبب یہ ہے کہ مراد و مطلب کو واضح کرنا، یعنی مقصد کو مکمل طور پر واضح کرنے کے لیے طویل کلام کرتے ہیں۔ (۳) سبب یہ ہے کہ بات کو مستحکم کرنے کے لیے طویل کلام کرتے ہیں۔ (۴) کبھی کلام میں کوئی ابہام رہ جاتا ہے تو اس ابہام کو دُور کرنے کے لیے کلام کو طویل کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۴۰)، دروس البلاغہ: ص/۶۲

(سالانہ امتحان ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَمِنْهَا التَّوْشِيعُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى فِي اٰخِرِ الْكَلَامِ بِمُثَنّٰى مُفَسَّرٍ بِإِثْنَيْنِ. كَقَوْلِهٖ ؎

أَمْسِي وَ أُصْبِحُ مِنْ تَذْكَارِكُمْ وَصِبًا
يَرِثِي لِي الْمُشْفِقَانِ الْأَهْلُ وَالْوَلَدُ

(الف) اعراب لگائیں (ب) ترجمہ کریں (ج) "منها" کا مرجع لکھ کر مطلب لکھیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور انہیں میں سے توشیع ہے، توشیع یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ لایا جائے جن کی تفسیر دو افراد کے ذریعہ کی گئی ہو ؎

"میں شام کرتا ہوں، اور صبح کرتا ہوں، تمہاری یاد اور محبت میں، مجھ پر دو مشفق یعنی اہل اور اولاد رحم کھاتے ہیں۔"

(ج) "منها" کا مرجع اور مطلب

"منها" کی ضمیر کا مرجع اطناب ہے، اطناب میں سے ہے توشیع، یعنی کلام کے آخر میں کوئی ایسا صیغۂ تثنیہ لایا جائے جس کی تفسیر دو افراد کے ذریعہ کی جائے۔ جیسے: مثالِ مذکور میں محل استشہاد "المشفقان الأهل و الولد" ہے، کہ المشفقان تثنیہ ہے اور آخر میں الأهل اور اَلْوَلَدُ ہے جس سے المشفقان کی تفسیر کی گئی ہے، اور یہ توشیع اسی طرح دو سے زائد چیزوں میں بھی ہوسکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۴۱)، دروس البلاغہ: ص/۶۳

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَمِنْهَا: التَّذْيِيلُ وَهُوَ تَعْقِيبُ الْجُمْلَةِ بِأُخْرىٰ تَشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهُ تَاكِيدًا لَهَا، وَهُوَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ جَارِيًا مَجْرَى الْمِثْلِ لِإِسْتِقْلَالِ مَعْنَاهُ وَاسْتِغْنَائِهِ عَمَّاقَبْلَهُ وَمِنْهَا الْإِحْتِرَاسُ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھ کر احتراس کی بھی تعریف کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور اطناب ہی میں سے تذییل ہے اور تذییل یہ ہے کہ ایک جملے کے بعد دوسرے ایسے جملے کا لانا جو پہلے جملہ کے معنیٰ پر مشتمل ہو اس کی تاکید کے لیے اور یہ یا تو محاورے کے قائم مقام ہوگا اس کے معنیٰ کے مستقل ہونے کی وجہ سے اور اس کے اپنے ماقبل کے جملے سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے۔ اور انہیں میں سے احتراس ہے۔

(ج) مطلب اور احتراس کی تعریف

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے اطناب کی ایک صورت کی وضاحت کی ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ اطناب کی ایک صورت تذییل ہے اور تذییل کہتے ہیں کہ ایک جملے کے بعد دوسرے جملہ کو بغرضِ تاکید لایا جائے اور یہ تاکید ایسی لائی جائے جو جملہ اولیٰ کے معنیٰ میں ہو۔

وهو إما أن يكون: یہاں سے تذییل کی دو صورتوں کو واضح کیا گیا ہے: (۱) یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام ہو اور اس کا معنیٰ مستقل ہونے کی وجہ سے پہلے جملے سے مستغنی ہو۔ جیسے: "جاء الحق وزهق الباطل" یہ پہلا جملہ ہے اور دوسرا جملہ "إنّ الباطل كان زهوقًا" ہے اور دوسرا جملہ "إن الباطل كان زهوقًا" پہلے جملہ کے معنیٰ میں ہے "زهق الباطل" اور دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید کر رہا ہے اور ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام نہ ہو جیسے: "ذلك جزيناهم بما كفروا" "وهل نجازي إلّا الكفور" یہ دوسرا جملہ ہے اور پہلا والا جملہ ذلك جزيناهم الإخ کے قائم مقام نہیں؛ کیونکہ اس جملے کا سمجھنا پہلے والے جملہ پر موقوف ہے، اس لیے دوسرے جملہ میں جزاء سے جزاء مخصوص مراد ہے جو قومِ سبا کو پانی کا بند توڑ کر سیلاب کے ذریعہ ان کے باغات کو تباہ کر کے دی گئی۔ اور یہ باتیں ترجمہ سے واضح اور ظاہر ہیں۔

اطناب کی ایک قسم احتراس ہے۔ احتراس کہتے ہیں کہ کسی کلام میں وہم پیدا ہو رہا ہو جو وہم خلافِ مقصود ہو تو ایسے لفظ کا لانا جو اس وہم کو دُور کر دے اسی کو احتراس کہتے ہیں۔

محل امتحان نمبر (۴۲)، دروس البلاغہ: ص/۶۴

(سالانہ امتحان ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَمِنْهَا: تَنْزِيلُ غَيْرِ الْمُنْكِرِ مَنْزِلَةَ الْمُنْكِرِ إِذَا لَاحَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَمَارَاتِ الْإِنْكَارِ فَيُؤَكَّدُ لَهُ نَحْوُ:

جَاءَ شَقِيقٌ عَارِضًا رُمْحَهُ

إِنَّ بَنِي عَمِّكِ فِيهِمْ رِمَاحُ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھتے ہوئے مثالوں میں استدلال کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ یہاں انکار کی کونسی علامت ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

اور اطناب میں سے غیر منکر کو منکر کے درجہ میں اُتارنا ہے جبکہ اس کے سامنے انکار کی علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہو، تو اس کی تاکید لائی جائے گی جیسے: شقیق آیا درانحالیکہ وہ اپنے نیزے کو عرض میں رکھے ہوئے تھا، تحقیق کہ تمہارے چچازاد بھائیوں کے پاس بھی نیزے ہیں۔

(ج) مطلب اور مثالوں میں استدلال کی وضاحت اور انکار کی کونسی علامت ہے؟

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام لانے کی دوسری غرض کو بیان کررہے ہیں، فرماتے ہیں کہ غیر منکر کو منکر کے درجے میں اُتارلیا جاتا ہے یہ اس وقت کریں گے جبکہ مخاطب سے انکار کی کوئی علامت ظاہر ہو تو پھر مخاطب کو منکر مان کر کلام کو تاکید کے ساتھ ذکر کریں گے، جس طرح کسی منکر کے لیے تاکید لائی جاتی ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ غیر منکر میں دو قسم کے افراد آتے ہیں (۱) متردد فی الحکم (۲) خالی الذہن (۲) دوسرے کی مثال اوپر والا شعر ہے کہ شعر میں محل استشہاد "إن بني عمّک إلخ" ہے۔ اس طور پر کہ شقیق کی ایک قبیلے سے عداوت چلی آرہی ہے ایک مرتبہ شقیق اپنے دشمن قبیلے کی جانب اس حال میں آرہا تھا کہ اس کا نیزہ دشمنوں کے جانب نہیں تھا، جبکہ اسے معلوم تھا کہ دشمن مسلح ہیں؛ مگر وہ بے فکر آرہا تھا، تو یہ بے فکری اس بات پر دال ہے کہ شقیق اپنے دشمنوں کے پاس ہتھیار ہونے کا منکر ہے، اسی علامت کو منکر کے درجے میں اُتار دیا اور کلام بالتاکید لائے، حالانکہ ظاہر کا تقاضہ تھا کہ شاعر صرف "في بني

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عمک" کہتا نہ کہ "إنّ بني عمک رماحٌ" کہتا، تو یہ تاکید کے ساتھ کلام لانا گویا کہ منکر کے درجے میں اُتارنا ہے۔ تو مثال مذکور میں انکار کی علامت شقیق کا دشمنوں کے پاس ہتھیار کا اس طریقے سے رانوں پر ٹیڑھا رکھ کر آنا ہے کہ اس کا نیزہ دشمنوں کی جانب نہ ہو۔

محل امتحان نمبر (۴۳)، دروس البلاغہ: ص/۶۸

(الف) عبارت بااعراب: ۹-وَمِنْهَا: أُسْلُوبُ الْحَكِيمِ وَهُوَ تَلَقِّي الْمُخَاطَبِ بِغَيْرِ مَايَتَرَقَّبُهُ أَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ مَايَطْلُبُهُ تَنْبِيهًا عَلٰى أَنَّهُ الْأَوْلٰى بِالْقَصْدِ.

فَالْأَوَّلُ يَكُوْنُ بِحَمْلِ الْكَلَامِ عَلٰى خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِهِ كَقَوْلِ الْقَبَعْثَرٰى لِلْحَجَّاجِ وَقَدْ تَوَعَّدَهُ بِقَوْلِهِ "لَأَحْمِلَنَّكَ عَلَى الْأَدْهَمِ" مِثْلُ الْأَمِيْرِ يَحْمِلُ عَلَى الْأَدْهَمِ وَالْأَشْهَبِ فَقَالَ الْحَجَّاجُ: أَرَدْتُ الْحَدِيْدَ فَقَالَ الْقَبَعْثَرٰى: لِأَنْ يَكُوْنَ حَدِيْدًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ بَلِيْدًا أَرَادَ الْحَجَّاجُ بِالْأَدْهَمِ الْقَيْدَ وَ بِالْحَدِيْدِ الْمَعْدِنَ الْمَخْصُوْصَ وَحَمَلَهَا الْقَبَعْثَرٰى عَلَى الْفَرَسِ الْأَدْهَمِ الَّذِيْ لَيْسَ بَلِيْدًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) عبارت کی تشریح اِس طرح کیجیے کہ عبارت کا ہر ہر جزء واضح ہو جائے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور انہیں اقسام میں سے اسلوبِ حکیم ہے اور وہ مخاطب کو اس طرح جواب دینا ہے جس کی وہ توقع نہ رکھتا ہو، یا پوچھنے والے کو ایسا جواب دینا ہے جسے اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طلب نہ کیا ہو، اِس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ وہی مقصود کے لائق ہے؛ چنانچہ اوّل کلام کو اس کے قائل کی مراد کے خلاف حمل کرنے سے ہوتا ہے، جیسے قبعثریٰ کا قول حجاج بن یوسف سے جبکہ اس نے اپنے قول "لأحملنک علی الأدهم" میں تجھے بڑی پر چڑھادوں گا۔ سے دھمکی دی تھی "مثل الأمیر یحمل علی الأدهم والأشهب" امیر جیسا شخص ہی سیاہی مائل اور سفید مائل گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ تو حجاج بن یوسف نے اس سے کہا میں نے حدید (بیڑی) مراد لیا ہے، تو قبعثریٰ نے کہا "لأن یکون حدیداً خیر من أن یکون بلیداً" البتہ حدیث (ذہین) ہونا بہتر ہے بلید ہونے سے، حجاج نے ادہم سے "بیڑی" مراد لی اور حدید سے "معدن مخصوص" اور قبعثریٰ نے اس کو اس سیاہی مائل گھوڑے پر محمول کرلیا جو بلید اور کمزور نہ ہو۔

(ج) عبارت بوضاحت تشریح ملاحظہ ہو

منها أسلوب الحکیم: مصنفیؒ فرماتے ہیں کہ مقتضائے ظاہر کے خلاف کلام لانے کی ایک صورت اسلوبِ حکیم ہے، پھر اسلوبِ حکیم کی تعریف کی ہے اور اسے مثالوں سے واضح کیا ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ اسلوبِ حکیم یہ ہے کہ مخاطب کے سامنے خبر کو اس طرح پیش کیا جائے جس کی وہ توقع نہ رکھتا ہو، یا سائل کو ایسا جواب دیا جائے جو اس کے مقصد کے خلاف ہو اور ایسا اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ مخاطب کے سامنے جو چیز پیش کی گئی ہے، یا سائل کو جو جواب دیا گیا ہے، وہی مقصد بننے کے زیادہ لائق ہے۔

فالأول: فرماتے ہیں کہ پہلی صورت یعنی مخاطب کے سامنے غیر متوقع خبر کو پیش کرنا بایں طور ہوتی ہے کہ قائل کی مراد کے خلاف اس کے کلام کو محمول کرلیا جائے، مثلاً قبعثریٰ کا وہ قول جو اس نے حجاج ابن یوسف سے کہا تھا: "مثل الأمیر یحمل علی الأدهم والأشهب" یہ قول قبعثریٰ نے حجاج ابن یوسف سے اس وقت کہا تھا جب اس نے قبعثریٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کو "لأحملنک علی الأدهم" کہہ کر دھمکی دی یعنی میں تجھے بیڑی پر چڑھادوں گا، تو قبعثریٰ نے کہا "مثل الأمیر یحمل علی الأدهم والأشهب" امیر جیسا شخص ہی سیاہی اور سفیدی مائل گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، تو حجاج بن یوسف نے اس سے کہا میں نے ادہم سے حدید یعنی بیڑی مراد لی ہے، تو قبعثریٰ نے کہا "لأن یکون حدیداً خیر من أن یکون بلیداً" البتہ حدید ہونا زیادہ بہتر ہے بلید ہونے سے۔

مثالِ مذکور میں دیکھئے! کہ حجاج بن یوسف نے ادہم سے حدید یعنی لوہا اور بیڑی مراد لی تھی اور مطلب یہ تھا کہ میں تجھے بیڑی کی سزا دوں گا؛ مگر قبعثریٰ نے ادہم کو حجاج بن یوسف کی مراد کے خلاف اس ادہم پر محمول کرلیا جو عمدہ گھوڑے کے وصف کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور اس کا قرینہ اشہب ہے اور یہ کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ ادہم و اشہب پر سوار کیا جاؤں یہ تو صرف امیر اور امیر جیسوں کے ہی شایانِ شان ہے، پھر حجاج نے قبعثریٰ سے کہا کہ میں نے ادہم سے حدید یعنی بیڑی مراد لی ہے؛ مگر قبعثریٰ نے اس کے قول حدید کو اس حدید پر محمول کردیا جو تیز رو گھوڑے کے معنیٰ میں ہے اور کہا "لأن یکون حدیداً خیر من أن یکون بلیداً" یعنی وہ گھوڑا جس پر امیر کو سوار کیا جائے تیز رفتار ہو تو بہتر ہے اس سے کہ وہ بلید اور سست رفتار ہو۔

محل امتحان نمبر (۴۴)، دروس البلاغہ: ص ۷۰/

(سالانہ امتحان ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَالطَّرَفَانِ إِمَّا حِسِّيَّانِ نَحْوُ: "اَلْوَرَقُ كَالْحَرِيرِ فِي النُّعُومَةِ" وَإِمَّا عَقْلِيَّانِ نَحْوُ "اَلْجَهْلُ كَالْمَوْتِ" وَإِمَّا مُخْتَلِفَانِ نَحْوُ "خُلُقُهُ كَالْعَطْرِ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھ کر ارکانِ تشبیہ کو لکھئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

اور دونوں طرف یا تو حسی ہوں گے، جیسے: چاندی نرمی میں ریشم کی طرح ہے۔ اور یا تو دونوں عقلی ہوں گے جیسے جہالت موت کی طرح ہے۔ اور یا تو دونوں مختلف ہوں گے جیسے اس کے اخلاق عطر جیسے ہیں۔

(ج) مطلب

طرفین سے مراد مشبہ اور مشبہ بہ ہے، مطلب یہ ہے کہ حسی اور عقلی ہونے کے اعتبار سے طرفین کی تین قسمیں ہیں (۱) طرفین حسی ہوں (حسی کا مطلب ہے کہ جس کو حواسِ خمسہ ظاہرہ سے دیکھا جا سکے، حواسِ خمسہ جیسے قوتِ باصہ (دیکھنے کی قوت) قوتِ سامعہ (سننے کی قوت) قوتِ شامّہ (سونگھنے کی قوت) قوتِ ذائقہ (چکھنے کی قوت) قوتِ لامسہ (چھونے کی قوت) جیسے: ''الورق'' والی مثال میں ''وَرَق'' مشبہ ہے اور ''الحریر'' مشبہ بہ ہے یہ دونوں حسی میں سے ہیں کہ انھیں حواسِ خمسہ ظاہر سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(۲) طرفین عقلی ہوں (عقلی سے مراد ہے کہ جو حواسِ خمسہ ظاہرہ سے معلوم نہ ہو؛ بلکہ عقل کے ذریعے معلوم کیا جائے) جیسے: ''الجہل'' مشبہ ہے اور ''کالموت'' مشبہ بہ ہے، اور یہ دونوں عقلی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۳) طرفین مختلف ہوں یعنی یا تو مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ اس کے برعکس ہو۔ یا پھر مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی ہوں جیسے: "خُلُقُه كالعطر" یہ پہلی صورت کی مثال ہے کہ خلقہ مشبہ عقلی ہے اور ''العطر'' مشبہ بہ حسی ہے اس لیے کہ عطر کو قوتِ شامّہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ دوسری صورت جیسے: طَبِيبُ السُّوءِ فِي الموتِ کہ بُرا طبیب موت کے مانند ہے۔ طبیب السوء مشبہ حسی ہے اور ''الموت'' مشبہ بہ عقلی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ارکانِ تشبیہ

ارکانِ تشبیہ چار ہیں: (۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہِ شبہ (۴) أداۃ۔ اوّل دونوں کو ''طرفان'' کہتے ہیں۔

محل امتحان نمبر (۴۵)، دروس البلاغہ: ص/۷۲

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَتَشْبِيهُ مُفْرَدٍ بِمُرَكَّبٍ كَتَشْبِيهِ الشَّقِيقِ بِهَيْئَةِ أَعْلَامٍ يَاقُوتِيَّةٍ مَنْشُورَةٍ عَلَى رِمَاحٍ زَبَرْدَجِيَّةٍ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے اور مثالوں کو واضح کیجیے؛ نیز تشبیہ کے اقسامِ اربعہ کی مع مثال وضاحت کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور مفرد کی تشبیہ مرکب سے جیسے گل لالہ کی تشبیہ یاقوتی (سرخ) جھنڈیوں کی ہیئت سے جو زبرجدی (سبز) نیزوں پر لہرا رہے ہوں۔

(ج) مطلب

تشبیہ کی چند صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مفرد کو تشبیہ دینا مفرد سے یعنی مشبہ مفرد ہو اور مشبہ بہ مرکب جیسے: عبارت میں ذکر کردہ مثالوں میں شقیق (گلِ لالہ) مشبہ ہے اور یہ مفرد بھی ہے اور بِهَيْئَةِ أَعْلَامٍ إلخ تک یہ جملہ مشبہ بہ ہے جو کہ مرکب ہے۔ تو یہاں پر مفرد کی تشبیہ ہوئی مرکب کے ساتھ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تشبیہ کے اقسام اربعہ کی مع مثال وضاحت

تشبیہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) مفرد کی تشبیہ مفرد سے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں جیسے: "ھٰذا الشیءُ کالمسک في الرائحۃِ".

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مرکب کی تشبیہ مرکب سے یعنی مشبہ اور مشبہ دونوں مرکب ہوں، مرکب سے مراد وہ ہیئت ہے جو کئی چیزوں سے ملا کر بنے، اس طریقے سے کہ اگر ان میں سے کسی چیز کو الگ کر دیا جائے اور فائدۂ تشبیہ حاصل نہ ہو جیسے:

كأنّ مثار النقع فوق رؤوسنا وأسيافنا ليل تهاوى كواكبه

(۳) تیسری صورت مکمل شرح وبسط کے ساتھ گزر چکی۔

(۴) چوتھی صورت مرکب کی تشبیہ مفرد سے یعنی مشبہ مرکب ہو اور مشبہ بہ مفرد ہو۔ جیسے:

تَرَيا نهاراً مُشْمِسًا قدشابه نَصْرُ الرُّبَا فَكَأَنما هو مُقْمِرٌ

محل امتحان نمبر (۴۶)، دروس البلاغہ: ص ۳۷/

(الف) عبارت بااعراب: وَيَنْقَسِمُ بِهٰذَا الْإِعْتِبَارِ أَيْضًا إِلٰى مُفَصَّلٍ وَمُجْمَلٍ فَالْأَوَّلُ مَاذُكِرَ فِيْهِ وَجْهُ الشَّبَهِ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) یہ تقسیم کس اعتبار سے ہے اس کو لکھئے، نیز مفصل اور مجمل کو مثال سے سمجھا کر لکھئے (د) اور تمثیل اور غیر تمثیل کی تعریف کیجئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور اسی اعتبار سے تشبیہ منقسم ہوتی ہے مفصل اور مجمل کی طرف؛ چنانچہ پہلا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وہ ہے جس میں وجہِ شبہ کو ذکر کر دیا جائے۔

(ج) یہ تقسیم کس اعتبار سے ہے؟

یہ تقسیم وجہِ شبہ کے اعتبار سے ہے۔

مفصل اور مجمل کو مثال سے سمجھا کر لکھئے

مفصل: یہ ہے کہ جس میں وجہِ شبہ مذکور ہو جیسے: وثغره في صفاء وادمعي كلالي، اس شعر میں وجہِ شبہ "صفاء" ہے، جو کہ کتاب میں مذکور ہے، وہ اِس طور پر کہ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ اس کے دانت اور میرے آنسو دونوں صاف ہونے میں موتیوں کی طرح ہیں۔

مجمل: یہ ہے کہ جس میں وجہِ شبہ مذکور نہ ہو۔ جیسے: "النحو في الكلام كالملح في الطعام" کہ نحو کلام میں ایسا ہے جیسے کہ نمک کھانے میں، اِس مثال میں وجہِ شبہ "اصلاح کرنا اور لذیذ ہونا" ہے جو کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

(د) تمثیل اور غیر تمثیل کی تعریف

تمثیل: یہ تشبیہ کی قسم ہے، وجہ شبہ کے اعتبار سے؛ چنانچہ فرمایا کہ تمثیل وہ ہے جس کی وجہِ شبہ متعدد چیزوں سے اخذ کی گئی ہو۔

غیر تمثیل: کہتے ہیں کہ جس کی وجہِ شبہ متعدد چیزوں سے ماخوذ نہ ہو۔

محل امتحان نمبر (۴۷)، دروس البلاغہ: ص/۷۶

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: هُوَ اللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِيْ غَيْرِ مَاوُضِعَ لَهُ لِعَلَاقَةٍ مَعَ قَرِيْنَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ إِرَادَةِ الْمَعْنٰى السَابِقِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

كَالدُّرَرِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِي الْكَلِمَاتِ الْفَصِيحَةِ فِي قَوْلِكَ "فُلَانٌ يَتَكَلَّمُ بِالدُّرَرِ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) "ھو" ضمیر کا مرجع لکھ کر مطلب لکھیں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

وہ لفظ ہے جو مستعمل ہو غیر موضوع لہٗ میں، کسی علاقہ کی وجہ سے قرینہ کے ساتھ اور معنیٰ سابق کے مراد لینے سے مانع ہو جیسے موتی جسے استعمال کیا گیا ہو کلماتِ فصیح میں تمہارے قول "فلان تکلّم بالدُّرَرِ"۔

(ج) "ھو" ضمیر کا مرجع اور مطلب

"ھو" ضمیر کا مرجع مجاز ہے، مجاز کہتے ہیں کہ جس کو غیر موضوع لہٗ میں استعمال کیا جائے جب کہ موضوع اور غیر موضوع لہٗ معنیٰ میں کوئی علاقہ اور تعلق ہو اور ساتھ ساتھ کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات کو بتلائے کہ معنیٰ حقیقی مراد لینا صحیح نہیں ہے تو اس وقت معنیٰ غیر موضوع لہٗ کی طرف رجوع کریں گے جیسے: "فلان یتکلم بالدرر" میں محل استشہاد لفظ "درر" ہے جو کہ اپنے حقیقی معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے؛ بلکہ عمدہ کلمات اور دلچسپ و شیریں کے معنیٰ میں مستعمل ہے اور یہ معنیٰ مجازی ہے وہ اس لیے کہ درر کے حقیقی معنیٰ ہیں "موتی"۔

اور معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی میں علاقہ چوبیس علاقوں سے "علاقۂ مشابہت" ہے وہ اس طور پر کہ جس طرح موتی میں حسن پایا جاتا ہے اسی طرح گفتگو میں بھی حسن پایا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۴۸)، دروس البلاغہ: ص ۷۷

(ششماہی امتحان ۱۴۱۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَتَنْقَسِمُ الْاِسْتِعَارَةُ إِلٰى مُصَرَّحَةٍ وَهِيَ مَاصُرِّحَ فِيْهَا بِلَفْظِ الْمُشَبَّهِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ ؎

فَامْطَرَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ
وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھ کر شعر کو اچھی طرح سمجھائیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور استعارہ منقسم ہوتا ہے مصرحہ کی طرف اور وہ ایسا استعارہ ہے جس میں لفظ مشبہ کی صراحت کی جائے جیسا کہ شاعر کے قول میں: ''چنانچہ اس نے نرگس سے موتی برسایا اور گلاب کو پلایا اور عناب جیسے درخت کو اولے سے کاٹا''۔

(ج) مطلب اور شعر کی وضاحت

یہاں پر مصنف طرفین کے اعتبار سے اشعار کی تقسیم کر رہے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) مصرحہ: اور وہ یہ ہے کہ جس میں مستعار منہ صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہو، جیسے: شعر مذکور میں موتی، نرگس، گلاب عناب اور اولے مشبہ بہ ہیں۔ جو صراحتاً مذکور ہیں، اور آنسو، آنکھ، گال، اُنگلیوں کے پورے اور دانت مستعار لہٗ (مشبہ) ہیں، اب پورے شعر کا ترجمہ ہوگا کہ معشوقہ نے نرگس (آنکھ) سے موتی برسائے اور گلاب (رخسار) کو پلایا، اور عناب (پوروں کو اولے (دانت) سے کاٹا۔ یعنی شاعر نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

آنسوؤں کو موتی سے، آنکھ کو نرگس کے پھول سے، رخسار کو گلاب کے پھول سے، اُنگلیوں کو عناب سے اور خوب صورت دانت کو اولے سے تشبیہ دے کر ان الفاظ کو مشبہ بہ بنایا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

محل امتحان نمبر (۴۹)، دروس البلاغہ: ص/۷۹

(سالانہ امتحان ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَتَنْقَسِمُ الْإِسْتِعَارَةُ إِلٰى مُرَشَّحَةٍ وَ هِيَ مَاذُكِرَ فِيْهَا مُلَائِمُ الْمُشَبَّهِ بِهٖ نَحْوُ "أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى فَمَارَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ" فَالْإِشْتِرَاءُ مُسْتَعَارٌ لِلْاِسْتِبْدَالِ، وَ ذِكْرُ الرِّبْحِ وَالتِّجَارَةِ تَرْشِيْحٌ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھیں؛ نیز استعارہ کی بقیہ قسموں کی تعریف کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اور استعارہ منقسم ہوتا ہے مرشحہ کی طرف اور وہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کے مناسب الفاظ کو ذکر کیا جائے جیسے وہ لوگ جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدا ہے، سو ان کی تجارت سودمند نہیں ہوئی؛ چنانچہ استہزاء مستعار ہے بدلنے سے اور نفع اور تجارت کا ذکر ترشیح ہے۔

(ج) مطلب اور استعارہ کی بقیہ قسموں کی تعریف

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ استعارہ مرشحہ اس استعارہ کو کہتے ہیں جس میں صرف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مشبہ بہ کے مناسب الفاظ کو ذکر کیا جائے اور مرشحہ کے علاوہ استعارہ کی اور بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مجردہ (۲) مطلقہ جیسے عبارت میں ذکر کردہ مثال میں منافقین کی حالت کو بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ جن لوگوں نے ایمان کو کفر سے بدلا تو ان کو بہت نقصان ہوا، تو اس آیت کریمہ میں لفظ "اشتـــــراء" مستعار منہ (مشبہ بہ) ہیں اور ان کا استبدال (بدلنا ایمان کو کفر سے) مشبہ ہے۔ اور "ربح" (نفع) اور تجارۃ کے الفاظ استہزاء (مستعار منہ) کے مشابہ ہے اور اسی مناسبت کے ذکر کرنے کا نام "ترشیح" ہے۔

استعارہ مجردہ وہ استعارہ ہے جس میں صرف مشبہ لہٗ "مستعار" کے مناسب ذکر کیے جائیں، اور استعارہ مطلقہ وہ استعارہ ہے جس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہ میں سے کسی کے بھی مناسب کو ذکر نہ کیا جائے۔

محل امتحان نمبر (۵۰)، دروس البلاغہ: ص/۸۰

(سالانہ امتحان ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت بااعراب: فَإِنْ كَانَ لِعَلَاقَةٍ غَيْرِ الْمُشَابَةِ سُمِّيَ مَجَازًا مُرَكَّبًا كَالْجُمَلِ الْخَبَرِيَّةِ إِذَا اسْتُعْمِلَتْ فِي الْإِنْشَاءِ نَحْوُ

هَوَايَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِيْنَ مُصْعِدٌ جَنِيْبٌ وَ جُثْمَانِيْ بِمَكَّةَ مَوْثَقٌ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب اچھی طرح واضح کرکے مجازِ مرکب کی تعریف کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

پھر اگر یہ استعمال تشبیہ کے علاوہ کسی علاقہ کی وجہ سے ہو تو اس کو "مجازِ مرکب"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کہا جاتا ہے جیسے جملہ خبریہ جب اِنشاء میں استعمال کیا جائے جیسے:

''میرا محبوب یمنی قافلہ کے ساتھ جارہا ہے ان کے تابع ہوکر اور میرا جسم مکہ میں قید ہے۔''

(ج) مطلب

اِس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے مجازِ مرکب کو بیان کیا ہے؛ چنانچہ فرمایا مجازِ مرکب وہ جملہ ہے جس کو معنیٰ غیر موضوع لہٗ میں استعمال کیا جائے اور دونوں معنوں کے درمیان تشبیہ کا علاقہ نہ ہو، جس طرح کہ وہ جملہ خبریہ جس کو انشاء کے معنیٰ میں استعمال کیا جائے۔ جیسے عبارت میں ذکر کردہ مثال میں اس شعر کو معنیٰ حقیقی میں استعمال نہیں کیا گیا ہے؛ کیونکہ اس سے لوگوں کو اپنے محبوب کی روانگی کی خبر دینا مقصود ہے؛ بلکہ اصل مقصد اظہارِ رنج وغم ہے اور یہ انشاء ہے، لہٰذا یہاں پر جملہ کو خبر سے انشاء کی طرف منتقل کیا گیا ہے۔

مجازِ مرکب کی تعریف

مجازِ مرکب: اس مجاز کو کہتے ہیں کہ جس کو معنیٰ غیر موضوع لہٗ میں استعمال کیا گیا ہو اور معنیٰ موضوع لہٗ اور معنیٰ غیر موضوع لہٗ کے درمیان تشبیہ کا علاقہ نہ ہو۔

محل امتحان نمبر (۵۱)، دروس البلاغہ: ص/۸۱

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت بااعراب: اَلْمَجَازُ الْعَقْلِيُّ هُوَ إِسْنَادُ الْفِعْلِ أَوْ مَافِي مَعْنَاهُ إِلٰى غَيْرِ مَاهُوَ لَهٗ عِنْدَ التَّكَلُّمِ فِي الظَّاهِرِ لِعَلَاقَةٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ ؎

أَشَابَ الصَّغِيْرَ وَ أَفْنَى الْكَبِيْرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

كَـرُّ الْـغَـدَاةِ وَ مَرُّ الْعَـشِيّ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب تحریر کریں (د) مجازِ عقلی کی کم از کم ایک مثال لکھیں (د) ترکیب کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

مجازِ عقلی وہ فعل کا اسناد ہے یا اس چیز کا جو اس کے معنیٰ میں ہے غیر ماہولہٗ کی طرف تکلم کے وقت ظاہر میں کسی علاقہ کی وجہ سے، جیسے: چھوٹے کو بوڑھا بنادیا، اور بوڑھے کو فنا کردیا صبح کے بار بار آنے نے اور شام کے گزر جانے سے۔

(ج) مطلب

یہاں مصنفؒ نے مجازِ عقلی کی وضاحت کی ہے۔ فرمایا: کہ مجازِ عقلی نام ہے فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت کرنا غیر ماہولہٗ کی طرف کسی علاقہ کی وجہ سے اور یہ نسبت صرف ظاہر کے اعتبار سے ہو، حقیقت میں نسبت نہ ہو۔ جیسے: "أشاب الصَّغِيْرَ إلخ" میں أشاب اور أفنیٰ کی نسبت "كر الغداة" اور "مرُّ العشي" کی طرف اسناد غیر حقیقی ہے؛ کیونکہ ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ جوانی عطا کرنے والا اور انسان کو موت دینے والا درحقیقت اللہ رب العزت ہے۔

نوٹ: اسنادِ مجازی بھی مجازِ عقلی کے قبیل سے ہے یعنی دونوں ایک ہی ہیں۔

(د) مجازِ عقلی کی ایک مثال

"أنبت الرّبيع البقل".

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(د) ترکیب

أشاب فعل "الصغیرَ" مفعول بہ، کر الغداۃِ و مرّ العشی معطوف ومعطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ "أفنی الکبیر" معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

محل امتحان نمبر (۵۲)، دروس البلاغہ: ص/۸۵

(سالانہ امتحان ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: اَلْبَدِیْعُ عِلْمٌ یُعْرَفُ بِهٖ وُجُوْهُ تَحْسِیْنِ الْکَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضَی الْحَالِ وَهٰذِهِ الْوُجُوْهُ مَایَرْجِعُ مِنْهَا إِلٰی تَحْسِیْنِ الْمَعْنٰی یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ وَمَایَرْجِعُ مِنْهَا إِلٰی تَحْسِیْنِ اللَّفْظِ یُسَمّٰی بِالْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِیَّةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) عبارت کی اچھی طرح تشریح کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

علمِ بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعہ اس کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے معلوم ہوں جو (کلام) مقتضائے حال کے مطابق ہو، اور ان طریقوں میں سے جو معنیٰ کی تحسین کی طرف راجع ہوں ان کا نام محسناتِ معنویہ رکھا جاتا ہے اور جو لفظ کی تحسین کی طرف راجع ہوں ان کا نام محسناتِ لفظیہ رکھا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) عبارت کی اچھی طرح تشریح

علمِ معانی اور علمِ بیان سے فراغت کے بعد اب حضرت مصنفؒ علمِ بدیع کو بیان فرمارہے ہیں، بدیع مشتق ہے بَدَعَ یَبْدَعُ بَدْعًا (ف) سے جس کے معنیٰ ہیں بغیر نمونے کے کوئی چیز بنانا، لہٰذا بدیع کے لغوی معنیٰ ہوئے انوکھی چیز بنانے والا، اور بلاغت کی اصطلاح میں علمِ بدیع اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ طریقے معلوم ہوں جن سے کلام کو مزین اور خوبصورت بنایا جاتا ہے؛ مگر مطلق کلام نہیں؛ بلکہ وہ کلام جس میں مقتضائے حال کی رعایت کی گئی ہو اور اس کی دلالت معنیٰ مقصود پر بالکل واضح ہو، یعنی ایسا کلام جس میں مذکورہ دونوں علوم (معانی اور بیان) کی رعایت کی جاچکی ہو، بایں طور کہ علمِ معانی کی رعایت کے نتیجے میں وہ مقتضائے حال کے مطابق ہو اور علمِ بیان کی رعایت کے نتیجے میں معنیٔ مرادی پر واضح الدلالت ہو، اسی تفصیل سے ان علومِ ثلاثہ کی حیثیت بھی معلوم ہوگئی کہ علمِ معانی اور بیان کا اثر کلام کے معنیٔ مرادی کی تحقین پر ذاتی طور سے ہوتا ہے، اور علمِ بدیع کا اثر عارضی طور پر ہوتا ہے کہ کلام پہلے مطابق مقتضائے حال اور واضح الدلالت ہو، پھر علمِ بدیع اسے لفظی یا معنوی اعتبار سے مزید مزین وآراستہ کرے گا۔

وھٰذہ الوجوہ: حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلام کو مزین کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) وہ طریقے جن کا تعلق معنیٰ سے ہے یعنی جن سے کلام کے معنیٰ میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے (۲) وہ طریقے جن کا تعلق لفظ سے ہے یعنی جن سے لفظ میں حسن و جمال پیدا ہوتا ہے، پہلی قسم کا نام محسناتِ معنویہ اور دوسری قسم کا نام محسناتِ لفظیہ ہے۔

محل امتحان نمبر (۵۳)، دروس البلاغہ: ص/۸۷

(سالانہ امتحان ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: اَلْاِدْمَاجُ أَنْ يَضْمَنَ كَلَامٌ سِيقَ لِمَعْنًى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اٰخرَ نَحْوُ قَوْلِ أَبِي الطَّيِّبِ۔

أُقَلِّبُ فِيهِ أَجْفَانِيْ كَأَنِّيْ اَعُدُّ بِهَا عَلَى الدَّهْرِ الذُّنُوْبَا

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) بتائیے کہ یہ محسنات کی کس قسم سے ہے؟ (د) استتباع کی تعریف کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

ادماج یہ ہے کہ اس کلام میں جس کو کسی معنیٰ کے لیے لایا گیا ہو دوسرے معنیٰ کو ضمناً بیان کر دیا جائے۔ جیسے: ''میں اس میں اپنی پلکیں اُلٹتا رہتا ہوں کہ گویا اس کے ذریعے میں زمانے کے گناہوں کو شمار کرتا ہوں''۔

(ج) مطلب

یہ محسنات معنویہ میں سے ہے۔ ادماج کے لغوی معنیٰ ہے ''پیٹنا'' اور اصطلاح میں کہتے ہیں کہ کسی لفظ کو ایک معنی کے بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہو؛ لیکن ضمناً اس میں دوسرا معنیٰ شامل ہو گیا ہو۔ جیسے شعر مذکور، یہ مشہور شاعر متنبّی کا شعر ہے، جس میں شاعر نے دراصل شب کی درازی کو بیان کرنا تھا؛ مگر اسی کے ساتھ شاعر نے (شاعر کے کلام) میں زمانے کی شکایت بھی ہو گئی کہ گویا کہ میں اس کے ذریعے زمانہ کی شکایت کرتا ہوں۔

(د) استتباع کی تعریف

ادماج کی ایک قسم استتباع ہے۔ اور استتباع کہتے ہیں کہ اس انداز سے کسی شئ کی تعریف کرنا کہ دوسری شئ کی بھی تعریف ہو جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۵۴)، دروس البلاغہ: ص/۸۸

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: اَلْإِسْتِخْدَامُ هُوَ ذِكْرُ اللَّفْظِ بِمَعْنًى وَ إِعَادَةُ ضَمِيْرٍ عَلَيْهِ بِمَعْنًى اٰخَرَ وَ إِعَادَةُ ضَمِيْرَيْنِ تُرِيْدُ بِثَانِيْهِمَا غَيْرَ مَاأَرَدْتَهُ بِأَوَّلِهِمَا فَالْأَوَّلُ نَحْوُ قَوْلِه تَعَالٰى: "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ إلخ. والثاني كقوله ؎

فَسَقٰى الْغَضَا وَالسَّاكِنِيْهِ وَ إِنْ هُمُ
شَبُّوْهُ بَيْنَ جَوَانِحِيْ وَضُلُوْعِيْ

(الف) اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) استخدام کی دونوں قسموں کو مثال سے واضح کریں؛ نیز استطراد کی تعریف کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

استخدام، وہ لفظ کو ذکر کرنا ہے کسی معنی کے لیے اور ضمیر کا لوٹانا ہے اس پر دوسرے معنیٰ کے لیے، اور دو ضمیروں کا لوٹانا ہے اس طور پر کہ تم ان دونوں میں سے دوسرے سے اس کے علاوہ مراد لینا ہے جو تم نے ان دونوں میں سے پہلے سے مراد لے لیا ہے؛ چنانچہ پہلا.... اور دوسرا جیسے شاعر کا قول: "وہ غضا کے درخت اور اس کے باشندوں کو سیراب کرے، اگرچہ ان لوگوں نے اس کی آگ کو میرے پہلوؤں اور پسلیوں کے درمیان بھڑکا دیا ہے"۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) استخدام کی دونوں قسموں کی مثال سے وضاحت

الإستخدام: استخدام کے لغوی معنیٰ ہیں ''خادم بنانا'' اور اصطلاح میں کہتے ہیں کہ کسی لفظ کے دو معنیٰ ہوں ایک معنیٰ لفظ کو ذکر کرنے سے مراد لیں، اور دوسرے معنیٰ کو اس کی ضمیر سے مراد لیں، جو ضمیر کہ اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یا استخدام کا یہ مطلب ہے کہ کسی لفظ کے دو معنیٰ ہوں اور اس کی طرف دو ضمیریں لوٹائی جائیں، جن میں سے پہلی ضمیر سے ایک معنیٰ مراد لیں اور دوسری ضمیر سے دوسرا معنیٰ مراد لیں۔ اوّل کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ اس میں محل استشہاد لفظ ''الشهر'' اور ''فليصمه'' کی ''ہ'' ضمیر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ''شهـــــر'' ایک لفظ ہے جس کے دو معنیٰ ہیں: (۱) ہلال رمضان (۲) ماہِ رمضان، اور لفظ ''شہر'' سے تو ہلالِ رمضان مراد ہے اور ''فَلْيَصُمْهُ'' کی ضمیر سے دوسرا معنیٰ ''ماہِ رمضان'' مراد ہے۔

دوسرے کی مثال: شاعر کا شعر ہے کہ شعر میں محل استشہاد لفظ ''الـغـضـا'' اور ''الساكنيه'' کی ضمیر ''ہ'' اور شَبُّوْهُ کی ضمیر ''ہ'' ہے اور یہ تینوں الفاظ اس طور پر ہیں کہ لفظ ''الغضا'' ایک لفظ ہے جس کی طرف دو ضمیریں لوٹ رہی ہیں اور دونوں ضمیر کا معنیٰ الگ الگ ہے؛ چنانچہ ''ساكنة'' کی ضمیر ''غضا'' کی طرف لوٹ رہی ہے، اور وہ ''موضعِ عضا'' (وہاں کے باشندے ہیں) کے معنیٰ میں ہے، اور ''شُبُّوْه'' کی ضمیر مفعول کا مرجع غضا ہے جو ''نارِ غضا'' کے معنیٰ میں ہے۔

استطراد کی تعریف

استطراد کی تعریف یہ ہے کہ متکلم اپنے اس مقصد سے جس میں وہ تھا دوسری غرض کی طرف نکل جائے کسی مناسبت کی وجہ سے پھر پہلی غرض پورا کرنے کی طرف لوٹ آئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۵۵)، دروس البلاغہ: ص/۹۲

(سالانہ امتحان ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت بااعراب: تَاكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَايُشْبِهُ الذَّمَّ ضَرْبَانِ، أَحَدُهُمَا أَنْ يُسْتَثْنٰى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِيَّةٍ صِفَةُ مَدْحٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ دُخُوْلِهَا فِيْهَا كَقَوْلِهٖ ؎

وَلَاعَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُوْفَهُمْ بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب تفصیل سے لکھیں، اور دونوں قسموں کی تعریف کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

مدح کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ جو ذم کے مشابہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ مذمت کی منفی صفت میں سے صفتِ مدح کا استثناء کرلیا جائے، صفتِ مدح کی مذمت کی صفت میں داخل ہونے کی تقدیر پر جیسے: ان میں کوئی عیب نہیں ہے بجز اس کے کہ ان کی تلواروں میں فوجی دستوں کو کاٹنے کی وجہ سے دندانے پڑ گئے ہیں۔

(ج) مطلب

تاکید المدح بمایشبہ الذم کا مطلب ہے کہ جب کسی کی تعریف کی جائے تو وہاں پر ایسے الفاظ کو ذکر کیا جائے جو لفظ ''ذم'' کے مشابہ ہو؛ لیکن حقیقت میں اس کی تعریف ہی ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم یہ ہے کہ ذم کی صفتِ منفیہ سے صفتِ مدح کا استثناء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کیا جائے اور یہ بات بھی فرض کیا جائے کہ صفتِ مدح صفتِ ذم میں داخل ہے جیسے شعر مذکور میں شاعر نے صفتِ ذم (لاعیب فیھم) سے ایک صفتِ مدح "وقوع الفلول بالسیف" کا جب غیر سے استثناء کیا تو اس بات کا شبہ تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اب کوئی عیب بیان کرے؛ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تلواروں میں دندانے کا پڑ جانا کوئی عیب کی بات نہیں؛ بلکہ غایت درجہ شجاعت کی بات ہے، تو یہاں پر "عیب" جو کہ صفتِ ذم ہے اس سے صفت مدح (شجاعت) کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ فرض کرکے گویا صفتِ مدح بھی صفتِ منفیہ میں داخل ہے۔

دونوں قسموں کی تعریف

تعریف کی پہلی قسم: یہ ہے کہ ذم کی صفت منفیہ سے صفتِ مدح کا استثناء کیا جائے یہ فرض کرکے کہ صفتِ مدح صفتِ ذم میں داخل ہے۔

دوسری: یہ ہے کہ کسی کے لیے صفتِ ذم کو ثابت کیا جائے اور بعدہ کوئی ایسا حرفِ استثناء لایا جائے جس سے دوسری صفتِ ذم متصل ہو۔

محل امتحان نمبر (۵۶)، دروس البلاغہ: ص/۹۵

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَغَيْرُ التَّامِ مَا اخْتُلِفَ فِيْ وَاحِدٍ مِنَ الْأَرْبَعَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ، وَهُوَ مُحَرَّفٌ إِنِ اخْتَلَفَ لَفْظُهُ فِيْ هَيْئَةِ الْحُرُوْفِ فَقَطْ نَحْوُ قَوْلِهِ:

حُبَّةُ الْبُرْدِ جُنَّةُ الْبَرْدِ

وَمُطَرَّفٌ إِنِ اخْتَلَفَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ فَقَطْ وَكَانَتِ الزِّيَادَةُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

أَوَّلًا نَحْوُ ۔

إِنْ كَانَ فِرَاقُنَا مَعَ الصُّبْحِ بَدَا
لَا أَسْفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ صُبْحٌ أَبَدَا

وَ مُذَيَّلٌ إِنْ كَانَتِ الزِّيَادَةُ اٰخِرًا.

(الف) اعراب لگایئے (ب) ترجمہ کیجئے (ج) غیر تام کس کی قسم ہے اس کو لکھئے اور غیر تام کی جتنی بھی قسمیں ہیں ان کو مع مثال لکھئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

غیر تام ہے جو مذکورہ چاروں اُمور میں سے کسی ایک میں مختلف ہو اور وہ ''محرف'' ہے اگر اس کے دونوں لفظ حروف کی ہیئت میں مختلف ہوں صرف، جیسے:

''دھاری دار کپڑے کا جبہ سردی کا ڈھال ہے''

اور وہ مطرف ہے اگر وہ دونوں صرف عدد حروف میں مختلف ہوں اور زیادتی شروع میں ہو، جیسے:

''اگر ہمارا فراق صبح کے ساتھ ظاہر ہونے والا ہے تو خدا کرے کہ اس کے بعد کوئی صبح ظاہر نہ ہو''

اور مذیل ہے اگر زیادتی آخر میں ہو۔

(ج) غیر تام کس کی قسم ہے؟

غیر تام جناس کی قسم ہے اور جناس کہتے ہیں کہ دو لفظوں کے بولنے (تکلم) میں مشابہ ہونے کو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

غیر تام کی قسمیں مع مثال

غیر تام کی تعریف:

غیر تام کہتے ہیں کہ جو مذکورہ چاروں اُمور میں سے کسی ایک میں مختلف ہو، اور وہ چار اُمور یہ ہیں: (ہیئت، نوع، عدد، ترکیب)۔

غیر تام کی پہلی قسم محرف کی تعریف:

محرف وہ جناس غیر تام ہے جس میں دونوں لفظ ہیئت حروف (حرکت وسکون و مشدد) میں مختلف ہوں، گرچہ نوع، عدد لو، ترتیب میں متفق ہو، جیسے عبارت میں ذکر کردہ مثال میں لفظ ''بُرُدٌ'' میں باء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور ''بَرَدٌ'' میں باء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کے علاوہ سب چیز میں متفق ہے۔

غیر تام کی دوسری قسم مطرف کی تعریف:

مطرف وہ ہے جس میں دو لفظ تو تعدادِ حروف میں مختلف ہوں، اور زیادتی شروع میں ہو (مطلب یہ ہے کہ دو لفظوں میں سے ایک زائد اور دوسرے میں کم ہو) تو اگر یہ زیادتی شروع میں ہو تو وہ ''مطرف'' ہے، جیسے عبارت میں ذکر کردہ مثالوں میں محل استشہاد ''بَدَاً'' اور ''أَبْدَاً'' ہے، جس میں الف زائد ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ أَبْدَاً میں زیادتی شروع میں ہے۔

غیر تام کی تیسری قسم مذیل کی تعریف:

مذیل وہ جناس غیر تام ہے جس میں دو لفظ تو تعدادِ حروف میں مختلف ہوں، اور زیادتی شروع میں نہ ہو؛ بلکہ آخر میں ہو جیسے:

يَمْدُوْنَ مِنْ أَبْدٍ عَوَاصٍ عَوَاصِمٍ ❁ تَصُوْلُ بِأَسْيَافٍ قَوَاضٍ قَوَاضِبٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اِس شعر میں محل استشہاد "عواص عواصم" اور "قواضِ قواضب" ہے۔لفظ "عواصم" کے آخر میں ایک حرف میم درمقابلہ "قواض" زائد ہے، اسی طرح لفظ "قواضب" کے آخر میں ایک حرف "ب" درمقابلہ "قواض" زائد ہے۔

غیر تام کی چوتھی قسم مضارع کی تعریف:

ایک قسم مضارع ہے، مضارع کا مطلب ہے کہ جس میں دونوں الفاظ کے حروف مختلف ہوں؛ لیکن وہ دونوں لفظ قریب المخرج ہوں نہ کہ بعید المخرج جیسے: لفظ "ینھون" "ینئون" کہ ان دونوں میں "ہا" اور "ہمزہ" دو مختلف جنس کے حروف ہیں اور بالاضافۃ قریب المخرج بھی ہیں۔

غیر تام کی پانچویں قسم لاحق کی تعریف:

ایک قسم لاحق بھی ہے، لاحق کہتے ہیں کہ جس میں دو لفظ کے حروف تو یکساں ہوں؛ مگر صرف ایک ایک حرف مختلف ہو اور دونوں حرف بعید المخرج ہوں قریب المخرج نہ ہوں۔جیسے: "إِنَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" یہاں پر محلِ استشہاد لفظ "شھید" اور "شدید" ہیں کہ یہاں پر "شہید" میں لفظ "لا" اور "شدید" میں لفظ "د" بعید المخرج ہیں؛ کیونکہ دونوں کے مخرج میں بہت فرق ہے۔

غیر تام کی چھٹی قسم جناس قلب کی تعریف:

یہ غیر تام کی آخری قسم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں دونوں لفظ صرف ترتیب حروف میں مختلف ہوں، اس کے علاوہ سب چیز میں متفق ہوں۔جیسے: لفظ "نَیْلٌ، لَیْنٌ، سَاقٌ" اور "قَاسٌ" وغیرہ کہ یہاں پر (ان چاروں حروف میں غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ سب کے حروف تو یکساں ہیں؛ لیکن ایک چیز وہ یہ کہ ترتیب حروف میں مختلف ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۵۷)، دروس البلاغہ: ص/۱۰۱

(داخلۂ امتحان ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت با اعراب: اَلْإِقْتِبَاسُ هُوَ أَنْ يَضْمَنَ الْكَلَامُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ أَوِ الْحَدِيْثِ لَا عَلٰى أَنَّهُ مِنْهُ كَقَوْلِهٖ:

لَاتَكُنْ ظَالِمًا وَلَاتَرْضَ بِالظُّلْمِ وَ أَنْكِرْ بِكُلِّ مَايُسْتَطَاعُ
يَوْمَ يَأْتِي الْحِسَابُ بِالظُّلُوْمِ مَا مِنْ حَمِيْمٍ وَلَاشَفِيْعٍ يُّطَاعُ

وَلَابَأْسَ بِتَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ فِي اللَّفْظِ الْمُقْتَبَسِ لِلْوَزْنِ أَوْغَيْرِهٖ نَحْوُ:

قَدْ مَاكَانَ مَاخِفْتُ أَنْ يَكُوْنَا إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاجِعُوْنَ

فِي الْقُرْاٰنِ: "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ".

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مختصراً مطلب لکھیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

اقتباس یہ ہے کہ کلام قرآن یا حدیث کے کسی جزو کو متضمن ہو اس طریقے پر نہیں کہ وہ کلام ہی قرآن وحدیث میں سے ہو۔ جیسے شاعر کا شعر:

"نہ تو ظالم بنو اور نہ ظلم سے خوش ہو اور اپنی استطاعت کے اعتبار سے تم نکیر کرو، جس دن ظالموں کا حساب ہوگا تو نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے"

اور اقتباس کردہ لفظ میں تھوڑی تبدیلی کرنا وزن وغیرہ کے لیے کوئی حرج نہیں ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

''وہی ہوا جس کے ہونے کا اندیشہ تھا، بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں''

جیسے قرآن میں ہے: ''ہم اللہ ہی کی ملک میں ہیں اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں''۔

(ج) مختصراً مطلب

اقتباس کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام میں قرآن کریم یا حدیث کے کسی جزو کو ذکر کرے؛ مگر اس کا مقصد کلام میں قرآن یا حدیث کو پیش کرنا نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف اپنے کلام میں عمدگی اور بہتری پیدا کرنے کے لیے ہو۔ جیسے: شاعر کے دوسرے شعر میں صرف کلام میں عمدگی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

ولا بأس سے کہہ رہے ہیں کہ اگر کلام میں عمدگی پیدا کرنے کی غرض سے کچھ تبدیلی کردی جائے جیسے وزن وغیرہ کے لیے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ جیسے دوسرا مصرع شعر کا آیتِ قرآنی سے ماخوذ ہے؛ لیکن وزن کو برقرار رکھنے کے لیے الفِ اشباع کا اضافہ کردیا؛ چنانچہ کہا: (إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاجِعُوْنَ).

محل امتحان نمبر (۵۸)، دروس البلاغہ: ص/۱۰۲

(الف) عبارت با اعراب: اَلتَّضْمِيْنُ وَيُسَمّٰى الْإِيْدَاعَ هُوَ أَنْ يَضْمَنَ الشِّعْرُ شَيْئًا مِنْ شِعْرٍ اٰخَرَ مَعَ التَّنْبِيْهِ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَشْتَهِرْ كَقَوْلِهٖ:

إِذَا ضَاقَ صَدْرِيْ وَخِفْتُ الْعِدَى تَمَثَّلْتُ بَيْتًا بِحَالِيْ يَلِيْقُ

فَبِاللّٰهِ أَبْلُغُ مَا ارْتَجِيْ وَ بِاللّٰهِ أَدْفَعُ مَا لَا أُطِيْقُ

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) تشریح کیجیے (د) تضمین کا دوسرا نام لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب

(ب) ترجمہ:

تضمین: اور اس کو ایداع بھی کہا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ شعر دوسرے شعر کے کچھ حصے کو شامل ہو اس پر تنبیہ کرنے کے ساتھ اگر وہ مشہور نہ ہو جیسے شاعر کا شعر۔ جب میرا دل تنگ ہو جاتا ہے اور دشمنوں کا خوف ہوتا ہے تو میں کوئی شعر گنگناتا ہوں جو میرے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ تو بخدا میں اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہوں اور مصیبت کو پیچھے ڈال دیتا ہوں جس کے دفعہ کرنے کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔

(ج) تشریح

اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ تضمین کو بیان کیا ہے۔ کہ تضمین کے لغوی معنیٰ آتے ہیں شامل کرنا، ملانا اور بلاغت کی اصطلاح میں تضمین کہتے ہیں کہ شاعر اپنے میں دوسرے شاعر کے شعر کا کچھ حصہ ذکر کرے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتادے کہ یہ فلاں کا شعر ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ شعر زبان دانوں میں مشہور نہ ہو جیسے عبارت میں ذکر کردہ شعروں میں پہلا شعر دوسرے شاعر کا ہے اور دوسرا شعر دوسرے شاعر کا ہے تو یہاں پر پہلے شعر کے شاعر نے تمثلت بیتًا سے اشارہ کر دیا ہے؛ مگر شعر کے ساتھ اس کو ملایا ہے۔

(د) تضمین کا دوسرا نام

تضمین کا دوسرا نام ''ایداع'' ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۵۹)، دروس البلاغہ: ص/۱۰۳

(سالانہ امتحان ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت با اعراب: (اَلْعَقْدُ وَالْحَلُّ) اَلْأَوَّلُ نَظْمُ الْمَنْثُوْرِ وَالثَّانِيْ نَثْرُ الْمَنْظُوْمِ فَالْأَوَّلُ نَحْوُ ؎

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوْسِ فَإِنْ تَجِدْ ذَا عِفَّةٍ فَلِعِلَّةٍ لَا يَظْلِمُ

عُقِدَ فِيْهِ قَوْلُ حَكِيْمٍ الظُّلْمُ مِنْ طِبَاعِ النَّفْسِ وَإِنَّمَا يَصُدُّهَا عَنْهُ إِحْدٰى عِلَّتَيْنِ: دِيْنِيَّةٌ، وَ دُنْيَوِيَّةٌ.

وَالثَّانِيْ نَحْوُ قَوْلِهٖ: اَلْعِيَادَةُ سُنَّةٌ مَاجُوْرَةٌ وَ مَكْرَمَةٌ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) عبارت کی اچھی طرح تشریح کریں۔

جواب

(ب) ترجمہ:

(عقد اور حل) پہلا منثور کو منظوم بنانا ہے، اور دوسرا منظوم کو منثور بنانا ہے۔

چنانچہ پہلا جیسے:

''اور ظلم نفس کی عادت میں سے ہے، لہٰذا اگر کسی پاک دامن سے ملاقات کرو تو جان لو کہ کسی علت ہی کی وجہ سے ظلم نہیں کر رہا ہے''

اس میں ایک حکیم کا قول نقل کیا گیا ہے: ''ظلم نفس کی طبیعتوں میں سے ہے اور ریشہ نفس کو ظلم سے دو علتوں میں سے ایک روکتا ہے (۱) دینی (۲) دنیوی''

اور دوسرے (حل کی) مثال جیسے: تیمارداری ایک ایسی سنت ہے جو باعثِ ثواب ہے اور ایک اچھا کام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) عبارت کی اچھی طرح تشریح

حل: لغت میں کہتے ہیں گرہ کے کھولنے کو اور یہ بابِ نصر سے ہے (حَلَّ یَحُلُّ حَلًّا). اور عقد یعقد از باب ضرب معنیٰ ہیں، باندھنا، گرہ لگانا۔ فن بلاغت کی اصطلاح میں ''حل'' کہتے ہیں نظم کو نثر بنا دینا۔ اور ''عقد'' فن بلاغت کی اصطلاح میں کہتے ہیں ''نثر کو نظم بنا دینا''۔ عقد کی مثال ''والظلم من شیم إلخ'' شعر مذکور ایک مشہور و معروف شاعر متنبّی کا ہے اور متنبّی نے ایک حکیم کے قول کو نظم میں بیان کیا ہے۔ قولِ حکیم: الظلم من طباع النفس إلخ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت اور طبیعت میں ظلم داخل ہے، اگر کوئی آدمی ظلم نہیں کرتا تو اس کے ظلم سے باز رہنے کی صرف دو وجہیں ہیں: (۱) آخرت کا خوف (۲) دنیاوی سزا کا خوف، ان دونوں وجوہات کی وجہ سے آدمی ظلم نہیں کرتا۔

والثانی: یعنی ''حل'' کی مثال جیسے: ''العیادۃ سُنَّۃٌ ماجورۃٌ إلخ'' اس پوری عبارت کے مفہوم کو ایک شاعر نے اپنی نظم میں اِس طرح بیان کیا ہے:

إِذَا مَرِضْنَا أَتَيْنَاكُمْ تَعُوْدُكُمْ وَ تُذْنِبُوْنَ فَنَأْتِيكُمْ وَنَعْتَذِرُ

مطلب شعر کا یہ ہے کہ ''بیماروں کی مزاج پُرسی ایک باعثِ ثواب اور عمدہ کام ہے، جس سے محبت میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے، یہ پہلے لوگوں کا طریقہ کار تھا اب یہ ہے کہ لوگوں نے مزاج پُرسی کو مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے، تو اب حال یہ ہے کہ ہم بھی بیمار بھی ہیں اور ہم ہی تیماردار بھی ہیں''۔

محل امتحان نمبر (۶۰)، دروس البلاغۃ: ص ۱۰۳

(الف) عبارت با اعراب: حُسْنُ الْإِبْتِدَاءِ، هُوَ أَنْ يَجْعَلَ الْمُتَكَلِّمُ مَبْدَأً كَلَامِهِ عَذْبَ اللَّفْظِ، حَسَنَ السَّبْكِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى؛ فَإِذَا اشْتَمَلَ عَلٰى إِشَارَةٍ لَطِيْفَةٍ إِلَى الْمَقْصُوْدِ سُمِّيَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بَرَاعَةَ الْإِسْتِهْلَالِ وَ كَقَوْلِ الْآخَرِ فِي التَّهْنِئَةِ بِبِنَاءِ قَصْرٍ.

قَصْرٌ عَلَيْهِ تَحِيَّةٌ وَسَلَامٌ خَلَعَتْ عَلَيْهِ جَمَالَهَا الْأَيَّامُ.

(الف) اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) مطلب لکھئے (د) براعتِ استہلال کی تعریف کیجئے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

حسن الابتداء وہ یہ کہ متکلم اپنے کلام کا آغاز شیریں لفظ، بہترین ترتیب، صحیح المعنیٰ کلمات سے کرے، پھر جب یہ کلام کسی لطیف اشارے پر مشتمل ہو جس سے مقصود کا پتہ چل رہا ہو تو اس کو براعتِ استہلال کہتے ہیں اور جیسے دوسرے کا قول محل کی مبارک بادی کے سلسلہ میں۔ محل اس پر دعا و سلام ہو کہ اس پر زمانے نے اپنے جمال کا جوڑا ڈال دیا ہے۔

(ج) مطلب

حسن الابتداء یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے شروع میں شیریں الفاء عمدہ ترکیبیں، صحیح معانی لائے، اب اگر متکلم کا یہ کلام مقصود کے طرف مشیر ہو تو اس کا نام "براعتِ استہلال" ہے۔

(د) براعتِ استہلال کی تعریف

براعتِ استہلال: یہ ہے کہ مصنف آغازِ کتاب میں کوئی ایسا لفظ لائے جس سے مقصود کی طرف اشارہ ہو جائے۔ جیسے عبارت میں ذکر کردہ شعر یہ محل کی تعمیر پر مبارکبادی کے سلسلہ میں ہے، جس میں شاعر نے محل ہی کے لیے سلامتی کی دعا کی ہے اور پہلے ہی لفظ (قَصْرٌ) سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ یہ شعر محل کے بارے میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محل امتحان نمبر (۶۱)، دروس البلاغہ: ص/۱۰۵

(الف) عبارت بااعراب: ۸-بَرَاعَةُ الطَّلَبِ هُوَ أَنْ يَشِيْرَ الطَّالِبُ إِلٰى مَافِيْ نَفْسِهٖ دُوْنَ أَنْ يُصَرِّحَ فِي الطَّلَبِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ ؎

وَ فِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَ فِيْكَ فَطَانَةٌ سُكُوْتِي كَلَامٌ عِنْدَهَا وَخِطَابُ

(الف) عبارت پر اعراب لگائیے (ب) ترجمہ کیجیے (ج) عبارت کی وضاحت کیجیے۔

جواب

(ب) ترجمہ:

براعتِ طلب وہ یہ ہے کہ طالب اس مقصد کی طرف اشارہ کرے جو اس کے دل میں بغیر اس کے کہ وہ طلب میں صراحت کرے جیسے شاعر کے شعر "وفي النفس إلخ" "دل میں ضرورتیں پنہاں ہیں اور آپ ہیں ذہانت ہے اس کے ہوتے ہوئے میرا خاموش رہنا تکلم اور تخاطب ہے"۔

(ج) عبارت کی وضاحت

عبارت بالا میں براعتِ طلب اور حسنِ انتہا کی وضاحت کی گئی ہے، براعتِ طلب کا مطلب یہ ہے کہ طالب اپنے کلام میں اپنے دل کی باتوں کو واضح کردے؛ مگر مطلب میں اس کی صراحت نہ کرے، جیسے شاعر کا یہ شعر ؎

وَ فِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَ فِيْكَ فَطَانَةٌ سُكُوْتِي كَلَامٌ عِنْدَهَا وَخِطَابُ

لغات: فَطِنَ يَفْطَنُ فَطَانَةً (س) دانش مند ہونا، سَكَتَ يَسْكُتُ سُكُوْتًا (ن) خاموش رہنا، خَاطَبَ مُخَاطَبَةً ایک دوسرے سے مخاطب ہونا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ترکیب: واو مستانفہ، في النفس ثابتةٌ کے متعلق ہوکر خبر مقدم، حاجاتٌ مبتدا مؤخر، فیک خبر مقدم، فطانة مبتدا مؤخر، سکوتي مبتدا، کلام و خطاب معطوف علیہ ومعطوف خبر، عندها ظرف۔

شعر مذکور متنبّی کا ہے جو اس نے کافور خشیدی کی شان میں کہا ہے، اس شعر میں شاعر نے اپنی ضرورتوں کو بیان کیا ہے کہ میں ضرورت مند ہوں اور اس کی طرف اپنے کلام "وفي النفس حاجات" سے اشارہ کردیا ہے؛ مگر طلب میں صراحت نہیں کی ہے اور یہ کہہ کر اپنی بات واضح کردی ہے کہ ربِّ کریم نے آپ میں اتنی دانش مندی رکھ دی ہے کہ میرا خاموش رہنا ہی گویا آپ سے گفتگو کرنا اور اپنی ضروریات کو بیان کردینا ہے۔

تمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

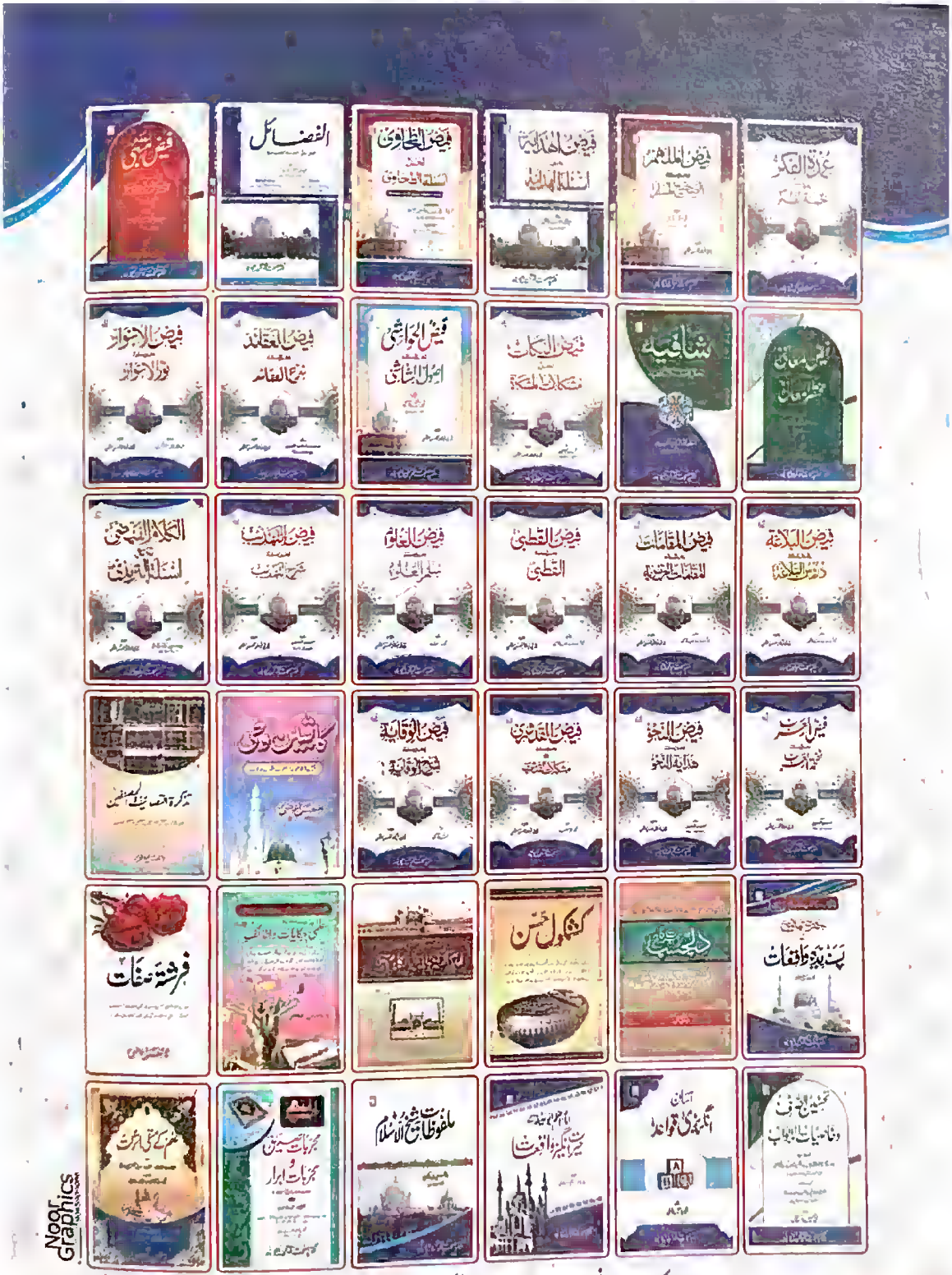

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa